مرزائیت کے خلاف

پہلا عدالتی فیصلہ

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور

پیروی کنندہ

شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدّث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز تاجدارِ گولڑہ شریف

مؤلف وناشر

صاحبزادہ پروفیسر حافظ غلام نصیر الدین شبلی مہری

نبیرہ شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رح



شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدّث گھوٹوی رحمتہ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز تاجدارِ گولڑہ شریف

۷۸۶

مقدمہ مرزائیہ بہاول پور

(از ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء تا ۷ فروری ۱۹۳۵ء)

مرزائیت کے خلاف

پہلا عدالتی فیصلہ

(بتاریخ ۷ فروری ۱۹۳۵ء)

پیروی کنندہ

حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاول پور

خلیفۂ مجاز تاجدارِ گولڑہ شریف

مؤلف و ناشر

صاحبزادہ پروفیسر حافظ غلام نصیر الدین شبلی مہری

نبیرہ شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ

بارِ اول

نام کتاب	:	مقدمہ مرزائیہ بہاول پور
نام مؤلف	:	صاحبزادہ پروفیسر مفتی حافظ نصیر الدین شبلی
		نبیرہ شیخ الاسلام محدث گھوٹوی ؒ
تاریخ اشاعت	:	۲۰۱۹ ـ ۰۵ ـ ۰۱
تعداد	:	۵۰۰۰
ہدیہ	:	دعاء
مطبع	:	

ملنے کا پتہ:

صاحبزادہ پروفیسر مفتی حافظ نصیر الدین شبلی

مکان نمبر: 638 ، ای بلاک ، واپڈا ٹاؤن فیز ـ ا، ملتان

فون نمبر: 0333-7621746

اللّٰہ

جل جلالہ وعم نوالہ

حمد بے حد ہے فقط اللہ کی نعمتِ بے عـــــد، فقط اللہ کی
شکر اس کا ہے نصیب بانصیب سر بلندی، ذکر سے اللہ کی
مصدرِ علم وہدایت ہے فقط اسکی وحی منبع رشد وکرامت ہے کتاب، اللہ کی
تو ہوا آزاد، ہر آزار سے جب ربوبیت مان لی، اللہ کی
مایۂ مؤمن فقط ایمان ہے جو ملے، توفیق سے اللہ کی
بن عمل کے کچھ نہیں تیرا مقام ہے یہی تلقیں رسول اللہ کی
زندگی کر دے نچھاور اس پہ تو ہے یہی منشا، ذبیح اللہ کی
دل کو خالی کر ہوس سے، میرے یار طرز اپنا، تو ولی اللہ کی
بندہ بن جا تو خدا کا، خوش خصال کر اطاعت تو نبی اللہ کی
خوب بھر لے دل کو انکی حب سے ذات جنکی ہو بہو مظہر شئون اللہ کی
اتباعِ نفس سے مؤمن خلاصی پا گیا پڑ گئی نظر عنایت گر حبیب اللہ کی
دو جہاں کی خیر سے شبلی کا دامن بھر گیا مل گئی اسکو شفاعت جب رسول اللہ کی
توفیقِ توبہ مل گئی، راہ سیدھی کھل گئی ہو گئی اسکو زیارت جب رسول اللہ کی

انتساب

بنام نامی اسم گرامی والدی الکریم حضرتِ شیخ الحدیث، مفتی اعظم، استاذ العلماء نائب الشیخ علامہ صاجبزادہ حافظ محمد عبد الحیٔ الچشتی القادری رحمتہ اللہ علیہ (وصال ۴ جنوری ۱۹۸۲ء بمقام گولڑہ شریف) نائب شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور، خلف الرشید قطب الاقطاب، بحر العلوم، شیخ الکل فی الکل، جامع المعقول والمنقول، فاتحِ مرزائیت، مبلغ شریعت، قامع بدعت، مرشدِ طریقت، حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی رحمتہ اللہ علیہ، بانی شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاول پور دار السرور۔

سرود رفتہ باز آید کہ ناید ۔ نسیمے از حجاز آید کہ ناید

سر آمد روز گارِ ایں فقیرے ۔ دگر دانائے راز آید کہ ناید

میرے فرزندان الشیخ پوتا صاجبزادہ ڈاکٹر محمد فخرالدین عامر سلمہ ربہ اور الشیخ پوتا صاجبزادہ ڈاکٹر محمد بدرالدین ظافر سلمہ ربہ نے کارِتالیف میں جو کاوشات سرانجام دیں، اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے، آمین۔

التاریخ: ۲۰۱۹-۰۵-۰۱

صاجبزادہ پروفیسر حافظ غلام نصیر الدین شبلی
علامہ (جامعہ عباسیہ بہاولپور)
تخصص فی الفقہ والقانون (جامعہ اسلامیہ بہاولپور)
ایم اے علوم اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی لاہور)
فاضل عربی (تعلیمی بورڈ، پنجاب، لاہور)
مہر منزل، محلّہ گنج شریف، اندرون فرید گیٹ،
بہاول پور۔

''پہلی طباعت بتاریخ ۲۵ جولائی ۱۹۳۵ء''

حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ نے مقدمہ مرزائیہ بہاولپور کی اولین طباعت و اشاعت مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۵ء کو بذات خود کرائی تھی اس کے صفحہ اول پر آپؒ نے تحریر فرمایا:

''اعتذار و تشکر''

باسمہ تعالیٰ، حامداً و مصلیاً، بہاول پور کے معرکۃ الآ راء مقدمہ مرزائیہ کی اہمیت و شہرت اور اسلامیانِ ہند کے مضطربانہ انتظار کا اقتضاء یہ تھا کہ اس تاریخی مقدمہ کے بصیرت افروز فیصلہ کی اشاعت میں تاخیر نہ کی جائے، مگر باقاعدہ نقل، کتابت، طباعت اور ان تمام کے مصارف ایسے امور تھے جنھوں نے اشاعت کو معرض تعویق میں رکھا، حتیٰ کہ بعض اصحاب و احباب نے خطوط اور اخبارات کے ذریعہ مجھے اشاعت کی طرف توجہ دلائی، اگرچہ بمقتضائے کل امر مرھون با وقاتہ، اشاعت میں کسی قدر تاخیر ہوئی ہے، تاہم مجھے اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل ہوگئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک،

جن اصحاب و احباب نے فیصلہ کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی یا اس کی اشاعت میں حسبِ استطاعت تعاون فرمایا، میں ان تمام اصحاب و احباب کا عموماً اور انجمن موید الاسلام بہاولپور کا خصوصاً شکریہ ادا کرتا ہوں، اس فقیر کے علاوہ انجمن موصوف نے بھی مقدمہ کے مصارف اور فیصلہ کی طباعت میں نمایاں حصہ لیا ہے اور قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔

دعا ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ جل مجدہٗ اس فیصلہ کو طالبین حق کے لئے مشعلِ راہ بنائے، آمین۔ ۲۵ جولائی ۱۹۳۵ء۔

غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بہاولپور.

نوٹ: واضح رہے کہ بعد ازاں ''بیانات علماء ربانیین'' کی اولین طباعت بھی حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ نے بذات خود کرائی تھی۔

’’مقدمہ مرزائیہ بہاولپور‘‘

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ و امتہ الی یوم الدین

لا نبی بعدی ز احسانِ خدا ست پردۂ نا موس دین مصطفیٰ ست
تا نہ ایں وحدت ز دستِ ما رود ہستیِ ما با ابد ہمدم شود

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور میں اجراء نبوت کے خلاف اور ختمِ نبوت کے حق میں پہلا عدالتی فیصلہ صادر کرانا حضرت شیخ الاسلام بحر العلوم علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی قدس سرہٗ کا عظیم ترین علمی ودینی کارنامہ ہے۔

نو سال کی شبانہ روز کاوشوں اور انتھک جدوجہد سے حضرت الشیخ محدث گھوٹوی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ مقدمہ جیتا، آپ کی بے مثال مساعیِ جمیلہ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو فتحیاب کرکے سرخرو فرمایا۔ عدالت سے تحفظِ ختم نبوت کا قانون پاس کراکے حضرت محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے غلامیِ محمد کا پروانہ حاصل کر لیا، اور خلق خدا سے فاتحِ مرزائیت کا لقب پایا۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا حاصل کردہ یہ فیصلہ، اہلِ اسلام کیلئے ایک مینارۂ نور ہے جس سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہنمائی اور روشنی حاصل کرتے رہیں گے، چنانچہ جب جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی وزارتِ عظمیٰ کے عہد میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں ختم نبوت کا قانون پاس کرنے کا فیصلہ کیا تو بہاولپور سے اس مقدمہ مرزائیہ کی فائلیں منگوائی گئیں اور ان سے استفادہ کرتے ہوئے ختمِ نبوت کا قانون منظور کیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۴۰ء میں ڈیرہ غازی خاں کے مقدمہ مرزائیہ میں بھی محدث گھوٹویؒ نے اپنا نہایت تفصیلی اور پر از دلائل شہادتی بیان عدالت میں جمع کرایا جس کی وجہ سے اس مقدمہ کا فیصلہ اہل اسلام کے حق میں ہوا۔

حضرت محدث گھوٹویؒ کے ہونہار شاگرد قاضی عبید اللہ علویؒ مفتی ڈیرہ غازی خاں اس مقدمہ کے پیروی کنندہ تھے۔

جناب شورش کاشمیری مرحوم نے تسلیم کیا ہے کہ ۱۹۳۵ء میں مقدمہ مرزائیہ بہاول پور کے عدالتی فیصلے کے بعد شاعر اسلام علامہ محمد اقبالؒ نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا، ۱۹۳۵ء کے بعد ہی مرزائیت کا سدباب، اہل اسلام کے ہر طبقہ خیال میں ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا (بحوالہ تحریک ختم نبوت)

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے نعرۂ نبوت کو سہارا دے کر انگریزی استعمار نے امتِ محمدیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے اپنے استعماری خواب کو ہمکنارِ تعبیر کیا۔

اس مقدمہ کی نو سالہ پیروی کے دوران، فریقِ مخالف کی طرف سے بیسیوں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور درجنوں مشکلات پیدا کی گئیں تاکہ عدالت فیصلہ تک نہ پہنچ پائے لیکن آفرین ہے حضرت محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمت کو اور سلام ہے حضرت کے عزم بالجزم کو کہ کسی مشکل کو خاطر میں نہ لائے اور نہ کسی رکاوٹ کو راہ میں حائل ہونے دیا۔

مقدمہ ھذا کی ابتداء: یہ مقدمہ کس طرح دائر ہوا؟ اس کی روئیداد کچھ یوں ہے:۔
قصبہ مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور کے ایک رہائشی مسمی **مولوی الٰہی بخش** صاحبؒ نے اپنی بیٹی غلام عائشہ بی بیؒ کا نکاح اپنے ایک رشتہ دار **عبد الرزاق** سے کر دیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ عبدالرزاق مرزائی ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد جب عبد الرزاق مرزائی کی طرف سے رخصتی کا مطالبہ ہوا تو مولوی الٰہی بخش صاحبؒ نے رخصتی سے انکار کر دیا اور اپنی بیٹی کی طرف سے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔

"عدالت احمد پور شرقیہ"

پہلے پہل یہ مقدمہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء کو احمد پور شرقیہ کی عدالت میں دائر ہوا

کیونکہ تکفیر شخصی کیلئے عدالت سے فیصلہ لینا از روئے شرع ناگزیر ہے۔ (عدالت فریقین کو سن کر فیصلہ کرتی ہے)

ایک سال تک یہ مقدمہ احمد پور شرقیہ کی عدالت میں زیر سماعت رہا۔ حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی پیروی، حمایت اور نگرانی کے جذبہ کے تحت وہاں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اس کے بعد، مرزائیوں کی درخواست پر، دیوان مہتہ اودھو داس، جج چیف کورٹ بہاولپور کے حکم نامہ مجریہ ۷ مئی ۱۹۲۷ء کی رو سے یہ مقدمہ ڈسٹرکٹ کورٹ بہاولپور میں منتقل ہوا۔

دیوان مہتہ اودھو داس کا مذکورہ بالا حکم نامہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

"(درخواست انتقالِ مقدمہ) مثل کو دیکھا گیا ہے، منصف صاحب عدالت احمد پور شرقیہ نے شرعی سوالات کے لئے دو مولوی صاحبان کا کمیشن مقرر کیا ہوا ہے، اُدھر مثل پر کئی فیصلہ جات اور سرٹیفکیٹ پیش کئے گئے ہیں۔

بلحاظِ نوعیتِ مقدمہ، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مقدمہ ڈسٹرکٹ کورٹ بہاول پور سے تجویز جاوے، چنانچہ وہاں منتقل کرتا ہوں، عبد الرزاق (مرزائی) سائل حاضر ہے۔

۴ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ بمطابق ۷ مئی ۱۹۲۷ء　دستخط: اودھو داس"

اس حکم نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان مہتہ اودھو داس کو عدالت احمد پور شرقیہ کے جج صاحبؒ پر دو نوع کے تحفظات تھے، ایک یہ کہ انہوں نے دو علماء کرام (مولانا غلام محمد گھوٹویؒ اور مولانا محمد صادق بہاول پوریؒ) کا ایک کمیشن (amicus curiae) قائم کر کے ان کو اپنی عدالت کی شرعی رہنمائی کیلئے منتخب کیا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے علمائے کرامؒ کے متعدد شرعی فیصلہ جات اور سرٹیفکیٹ بھی شامل کئے ہوئے تھے۔

اس مقدمہ کی مزید تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

''ڈسٹرکٹ کورٹ بہاول پور''

(عرصہ سماعت از ۷ مئی ۱۹۲۷ء تا ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء)

انجمن مئوید الاسلام کا قیام: جب ۷ مئی ۱۹۲۷ء کو دیوان مہتہ اودھوداس جج چیف کورٹ بہاولپور کے حکم سے یہ مقدمہ (غلام عائشہ) احمد پور شرقیہ کی عدالت سے ڈسٹرکٹ کورٹ بہاولپور میں پہنچا تو حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی شیخ الجامعۃ العباسیۃ بہاولپور نور اللہ مرقدۂ نے اس کی پیروی کے لئے انجمن مؤید الاسلام بہاولپور قائم کی، انجمن کے اراکین نے حضرت گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا سربراہ بنایا۔(انجمن ہذا کے اجلاس منعقدہ جنوری ۲۰۱۵ء میں راقم الحروف پروفیسر نصیر الدین شبلی کو اس کا صدر نامزد کیا گیا)

حضرت محدث گھوٹویؒ کا بیان: آپؒ نے مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۸ء کو ڈسٹرکٹ کورٹ بہاول پور میں پیش ہو کر اپنا مفصل بیان ریکارڈ کرایا جس میں آپ نے دلائلِ شرعیہ سے ثابت کیا کہ ختمِ نبوت کا انکار موجبِ خروج عن الاسلام ہے۔ اس بیان کے بارے میں اسلامی فاؤنڈیشن ڈیوس روڈ لاہور اپنے ادارتی تاثرات میں کچھ اس طرح رقم طراز ہے کہ:

علامۃ الدہر، فہامۃ العصر، پیکر علم و فضل، حضرتِ بحر العلوم مولانا غلام محمد گھوٹویؒ، شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاول پور (خلیفہء مجاز تاجدار گولڑہ شریفؒ) اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم اور شیخ وقت تھے۔

۷ مئی ۱۹۲۷ء کو جب یہ مقدمہ، عدالت احمد پور شرقیہ سے ڈسٹرکٹ کورٹ بہاولپور میں منتقل ہوا تو عدالت نے حضور شیخ الجامعہ صاحب (جو ریاست ہذا میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے) کی خدمت میں عدالتی گواہ بننے کی درخواست کی تاکہ آپؒ مسئلہ متعلقہ کے بارے میں شرعی نقطہ نظر سے عدالت کو آگاہ کریں، چنانچہ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان ۱۸ جنوری ۱۹۲۸ء کو قلمبند ہوا۔

حضور والا رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک، تفاسیر، احادیثِ صحیحہ، اجماع امت اور علماء لغت کے حوالہ جات سے ثابت فرمایا کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اورختم نبوت بر محمد مصطفیٰ ﷺ اسلام کا بنیادی، اساسی اور بدیہی عقیدہ ہے، جس کا انکار خروج عن الاسلام ہے، اگر کوئی شخص تشریعی، ظلی، بروزی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اور اس کی جماعت، **خارج از اسلام ہیں**، اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ مرزا قادیانی صاحب، نبوت کے منصب پر فائز تھے اور ان پر وحی نازل ہوئی **تو اس کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں ہے اور اگر نکاح ہو چکا ہو تو وہ قائم نہیں رہتا۔**

(از غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بہاولپور)

ڈسٹرکٹ کورٹ بہاولپور کے جج، جناب منشی محمد اکبر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے (آپؒ کا اصل وطن بھیرہ تھا) انہوں نے غلام عائشہ بی بیؒ کے خلاف، بامر مجبوری، فیصلہ صادر فرمایا اور ایک سال چھ ماہ کے بعد یعنی ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء کو اس مقدمہ کو (ہائی کورٹس کی پیروی کرتے ہوئے) خارج کر دیا۔حالانکہ پٹنہ اور لاہور کے ہائی کورٹس نے تو مرزائیت اور اسلام کے باہمی تضاد یا باہمی اتحاد کو بناء فیصلہ ہی نہیں بنایا تھا بلکہ دیگر ثانوی امور پر اپنے فیصلے کی بنیاد قائم کی تھی۔

چنانچہ ڈسٹرکٹ کورٹ بہاولپور کے فیصلے (بابت مقدمہ غلام عائشہ بی بیؒ مصدرہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء) سے **حضرت محدث گھوٹوی** رحمۃ اللہ علیہ کو، دیگر علماء کرام کو اور مسلمان عوام کو بہت دکھ ہوا۔ لہٰذا حضرت محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈسٹرکٹ کورٹ بہاولپور کے اس فیصلے کے خلاف چیف کورٹ بہاولپور میں اپیل دائر فرمائی اور مقدمے کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے اور مرزائیت کے خلاف عدالتی فیصلہ حاصل کرنے تک ایک پل چین سے نہ بیٹھے۔اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

”چیف کورٹ میں اپیل“

(عرصہ سماعت از ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء تا ۱۰ جون ۱۹۳۱ء)

حضرت محدث گھوٹویؒ کا بیان: نومبر ۱۹۲۸ء میں حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے تائید ایزدی اور اشارۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو کر ایک نئے انداز اور نرالے استدلال سے یہ مقدمہ لڑنے کا فیصلہ فرمایا، علامہ حافظ عبد الرحمٰن جامعیؒ احمد پوری کا بیان ہے کہ حضرتؒ فرماتے تھے، مجھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ملا ہے کہ تم علمِ کتاب اللہ اور علمِ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کرو اور ایمان کی طاقت سے مخالفینِ ختم نبوت کو پس پا کر دو۔

پہلے پہل چیف کورٹ بہاول پور میں ہائی کورٹس پٹنہ اور لاہور کے فیصلوں کے خلاف اپیل دائر کی گئی لیکن ابھی یہ اپیل وہاں زیر سماعت تھی کہ ہائی کورٹ مدراس کا غیر منصفانہ، غیر حقیقی اور غیر اسلامی فیصلہ بھی آ گیا اب حضرت الشیخؒ کو اس کے خلاف بھی نبرد آزما ہونا پڑا۔

حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ ختم نبوت کی نزاکت، اہمیت اور اس کے دور رس دینی، ملی اور بین الاقوامی اثرات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ نیز آپ نے فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے، یہ اصول اسلام میں سے ایک اصل ہے، اساسی عقائد میں سے ایک اساس ہے۔ یہ مسئلہ دین کی بقاء کا ضامن ہے، اگر حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے گا تو وہ قرآن میں ترمیم کر سکے گا، احادیث نبویہ پر قینچی چلا سکے گا۔ دین کی شکل تبدیل کر سکے گا، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ ختم نبوت کے انکار میں دین کی تباہی مضمر ہے۔

آپؒ نے اس بات پر زور دیا کہ دیگر مذاہب کی طرح مرزائیت کوئی

مذہب نہیں ہے بلکہ دشمنِ مصطفیٰ ﷺ کا نام مرزائیت ہے اس لئے اس کے ساتھ ان مذاہب والا معاملہ نہ کیا جائے، بلکہ یہ فتنہ ہے، جسے جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہے ورنہ اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

آپؒ نے مزید فرمایا کہ ''قرآن وحدیث اس قسم کے مضامین سے بھرے ہوئے ہیں جن سے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ختمی مرتبت ہونے کا پتہ چلتا ہے، اس لئے علماء دین کے دلائل سماعت کرنے کے بعد ہی اس مسئلہ کے بارے میں حتمی فیصلہ صادر کیا جائے، قرآن وحدیث کی روشنی میں از سرنو اس مسئلہ کا جائزہ لینا ضروری ہے، اس کیس کو اس کی خصوصی حیثیت کی وجہ سے ہائی کورٹس (پٹنہ، مدراس، لاہور) کے نظائر سے مستثنیٰ قرار دلوانے کے لئے اسے دربارِ بہاولپور یعنی ریاست بہاولپور کی وزارتی کابینہ کے ''اجلاسِ خاص'' بحیثیت عدالت معلّٰی کی طرف بغرض حصولِ **استثناء خاص**، منتقل کیا جائے، جسے ریاست بہاولپور میں سپریم کورٹ کی حیثیت حاصل ہے''۔

چنانچہ، بحمد اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے قوی دلائل سے متأثر اور قائل ہو کر چیف کورٹ بہاول پور، بتاریخ ۱۰ جون ۱۹۳۱ء اس مقدمہ کو بغرض حصولِ **استثناء خاص**، دربار بہاولپور کی طرف بھجوائے جانیکی تجویز، شاملِ فیصلہ کرنے پر رضامند ہو گئی، چیف کورٹ مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل تھی۔ (۱) چیف جسٹس جناب عبد القادر صاحب (۲) دیوان مہتہ اودھو داس صاحب ممبر چیف کورٹ (۳) مولوی فضل حسین صاحب ممبر چیف کورٹ (آخر الذکر کا سلسلۂ تلمذ بیک واسطہ، حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ تک جا پہونچتا ہے)۔

۱۰ جون ۱۹۳۱ء کو جس وقت اس کیس کو دربار معلّٰی بہاول پور میں منتقل کرنے کی تجویز بابت حصولِ **استثناء خاص** شاملِ فیصلہ کر کے چیف کورٹ بہاول پور کی طرف سے اس اپیل کو (بامر مجبوری) مسترد کیا گیا اور منشی محمد اکبر خانؒ ڈسٹرکٹ جج کے فیصلے کو برقرار رکھا گیا، اس وقت دوپہر ہو چکی تھی، سخت گرمی کا موسم

تھا، گرمی اور تھکن کی وجہ سے کچھ رفقاء چاہتے تھے کہ آج نہیں بلکہ کل صبح ریاست کے وزیر اعظم جناب سردار نبی بخش صاحب ولد محمد حسین سندھی مرحوم ومغفور سے ملاقات کی جائے، (ریاست کا وزیر اعظم، برطانوی حکومت نامزد کرتی تھی) اور ان سے دربارِ بہاولپور کا اجلاسِ خاص بطورِ عدالتِ معلّٰے طلب کرنے کی استدعاء کی جائے مگر حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ابھی اور اسی وقت ہی وزیر اعظم سے ملاقات کروں گا اور جب تک انہیں قائل نہ کر لوں، گھر کا رخ نہیں کروں گا۔

المختصر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وزیر اعظم صاحب آرام کر رہے ہیں۔ آپ نے ملاقات پر اصرار فرمایا اور وزیر اعظم صاحب کے پی، اے شیخ فاضل محمد مرحوم سے ارشاد فرمایا کہ ان تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ مولوی غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعۃ العباسیہ آپ کو بہشت بریں کا سرٹیفکیٹ دینے آئے ہیں، چار وناچار وزیر اعظم تک یہ پیغام پہنچا دیا گیا کہ حضرت الشیخ بغیر ملاقات واپس جانے پر آمادہ نہیں ہو رہے بلکہ فرماتے ہیں کہ وہ آپ کو بہشت بریں کا سرٹیفکیٹ دینے آئے ہیں۔

الغرض وزیر اعظم صاحب مہمان خانہ میں تشریف لائے اور آتے ہی کہا کہ حضور! کیا آپ نے یوں فرمایا ہے کہ آپ مجھے بہشت کا سرٹیفکیٹ دینے کیلئے آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک میں نے یہ کہا ہے کیونکہ اگر آپ ختم نبوت کے سپاہی بن کر ناموسِ رسالت کا تحفظ کریں گے تو اِن شاء اللہ تعالیٰ بفضلِ خدا ضرور بہشت کے حقدار ہوں گے۔ ان دنوں نواب آف بہاول پور موسم گرما کی وجہ سے برطانیہ میں مقیم تھے۔

خلاصۃ المرام اینکہ حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ نے بعد ازاں دربارِ معلّٰے بہاول پور (کورٹ آف منسٹرز) میں منشی محمد اکبر خانؒ کے فیصلے (بابت مقدمہ غلام عائشہ) کے خلاف باقاعدہ اپیل ثانی برائے اجلاس خاص دائر کر دی تا کہ ہائی کورٹس

(پٹنہ، لاہور اور مدراس) کے فیصلوں سے **استثناء خاص** حاصل کیا جا سکے۔

''دربارِ معلّٰے بہاولپور کا اجلاسِ خاص''

(منعقدہ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء)

عالیجناب وزیر اعظم سردار نبی بخش ولد محمد حسین سندھی (اللہ کی ان پر رحمت ہو) کی جانب سے دربار بہاولپور کا اجلاسِ خاص بطور عدالت معلّٰے طلب کر لیا گیا، تمام وزراء کو پابند کیا گیا کہ اس ''اجلاسِ خاص'' میں حاضر ہوں، کسی بھی وزیر کو کسی بھی عذر پر اجلاس ہذا میں شرکت سے مستثنٰی نہ کیا جائے گا، تاکہ اس کی حیثیت بطور ''سپریم کورٹ'' متاثر اور مجروح نہ ہو۔

اب فریقِ مخالف کی جماعت نے سر توڑ کوششیں شروع کر دیں کہ کسی طرح یہ ''اجلاسِ خاص'' منسوخ یا کم از کم فی الحال ملتوی ہو جائے تاکہ وہ لوگ اپنی بااثر احمدی شخصیات اور اپنی انگریز دوستی کے ذریعہ نواب آف بہاولپور تک رسائی حاصل کر سکیں جو ان دنوں برطانیہ گئے ہوئے تھے۔ ان دنوں نواب عمر حیات ٹوانہ (والد خضر حیات ٹوانہ) بھی برطانیہ گئے ہوئے تھے۔ دونوں کی باہم ملاقات میں نواب آف بہاولپور نے ان سے تذکرہ کیا کہ انگریز گورنمنٹ کا مجھ پر دباؤ ہے کہ آپ ریاست بہاولپور میں دائر مقدمہ مرزائیہ کو ختم کرا دیں اور حضرت **شیخ الجامعۃ العباسیۃ** کو اس مقدمہ کی پیروی سے منع کر دیں۔ اس پر ٹوانہ صاحب نے کہا کہ ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں مگر اپنے دین، ایمان اور عشق ومحبتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ان سے سودا نہیں کر سکتے، اس لئے آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے میں حق وانصاف کے سلسلہ میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا، الختصر نواب آف بہاولپور نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی اور عدالتی امور میں مداخلت سے صاف انکار کر دیا۔ یہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عیاں کرامت تھی۔

الغرض یہ مقدمہ لڑنا جان جوکھم میں ڈالنے کے مترادف تھا، وہ شخصیت صرف حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جو بڑے سے بڑے خطرے کو خاطر میں نہ لائے اور بڑے سے بڑے طوفان سے ٹکراتے ہوئے مسلسل آگے ہی آگے بڑھتے رہے، وہ صرف اللہ کی رضا کے طلبگار تھے، اخلاص کے بلند ترین مقام پر فائز تھے، سرور عالم، حضور پُرنور، نبی آخر الزمان، امام الأنبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت ان کی منزل مقصود تھی، چنانچہ دنیاوی وجاہتوں اور سرکاری تمغوں کو ٹھوکر مار کر اخروی فلاح کیلئے سرگرم عمل رہے اور بالآخر سعادت اور فتح سے ہمکنار ہوئے۔

؎ جس کو راکھے سائیاں، مار سکے نہ کوئے

بال نہ بیکا کر سکے، جو دو جگ بیری ہوئے

علامہ پروفیسر اللہ بخش قادری ازہریؒ نے اپنی کتاب ''حیات ازہری'' میں لکھا ہے:۔ ''سب سے پہلے نام نامی اسم گرامی لیتا ہوں استاذ الاساتذہ، فخر العلماء، قدوۃ الصلحاء، فیضِ مجسم، حضور علامہ مولانا غلام محمد محدث گھوٹوی طاب ثراہ وجعل اللہ الجنۃ مثواہ کا جو شیخ الاسلام، شیخ الجامعہ، شیخ الشیوخ اور شیخ المشائخ تھے، حضور کے علم کا لوہا پورے عالم اسلام میں مانا جاتا تھا، کوئی آپ کو بحر العلوم کہتا، کوئی امام المعقولات والمنقولات اور کوئی امام الہند، کوئی آپ کی شان بسطۃً فی العلم والجسم کے الفاظ سے بیان کرتا، کوئی آپ کو فاتحِ قادیانیت کہتا تو کوئی آپ کو ضیغمِ اسلام کے لقب سے یاد کرتا، آپؒ کی کاوشوں سے ''مقدمہ مرزائیہ بہاولپور'' میں اہلِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی''۔

حضرت محدث گھوٹویؒ کا بیان: حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دربارِ بہاولپور'' (عدالت معلّٰی) کے مذکورہ ''اجلاسِ خاص'' کیلئے قرآن، احادیث، تفاسیر، شروحِ حدیث، کتب فقہ، علم الکلام، اقوال ائمہ، کتب لغتِ عربیہ اور کتب مرزا قادیانی کے حوالہ جات پر مشتمل ایک مفصل، مدلل، اور پرمغز مضمون تیار کیا

جو تقریباً ایک سو صفحات پر پھیلا ہوا تھا، اس میں عقیدۂ ختم نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر مکمل اور سیر حاصل بحث کی گئی تھی اور سید الأنبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے یعنی اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہونے پر جامع تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوتِ اصلی، ظلی، بروزی، تشریعی وغیر تشریعی، طفیلی وغیر طفیلی وغیرہ وغیرہ سب کا ممتنع شرعی ہونا ثابت کیا تھا۔حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان دس (۱۰) گھنٹوں پر حاوی تھا اور تقریباً سو صفحات پر مشتمل تھا (بحوالہ معرکہ بہاول پور از پیر زادہ اقبال احمد فاروقیؒ)

ریاست ہذا کے وزراء کی تعداد آٹھ تھی، اس لئے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے اس مضمون کی آٹھ کاپیاں تیار کرائیں تاکہ ہر وزیر کے سامنے ایک کاپی برائے ملاحظہ موجود رہے، ☆ علامہ مولانا محمد صادق صاحب (بہاولپور) ☆ علامہ حافظ صاحبزادہ نصیر الدین صاحب چیلاواہنی (خیر پور ٹامیوالی) ☆ علامہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب جامعی (احمد پور شرقیہ) ☆ علامہ حافظ صاحبزادہ محمد امیر صاحب چیلاواہنی، ☆ علامہ مولانا ملک عبد اللہ مسن صاحب (ضلع رحیمیار خان) ☆ علامہ رحمت اللہ ارشد صاحب، ☆ مولانا برکت علی صاحب، ☆ علامہ حافظ صاحبزادہ محمد امین چیلاواہنی اور آپ کے دیگر شاگرد علماء اس مضمون کی کاپیاں تیار کرنے والوں میں شامل تھے۔ علامہ عبدالرحمٰن مرحوم کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ دن رات بیٹھ کر اس مضمون کی کاپیاں تیار کرتے تھے۔ مولانا محمد صادق صاحب اس سارے کام کے نگران تھے، علامہ ارشد مرحوم جو کہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ان دنوں بڑے متحرک تھے اور اپنے اساتذۂ کرام کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

فریق مخالف کی ریشہ دوانیوں کے علی الرغم، ''دربار بہاولپور'' (عدالت معلّٰی) کا اجلاس خاص (منعقدہ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء) شروع ہوا، وزیر اعظم سردار نبی بخش ولد محمد حسین سندھی مرحوم ومغفور صدارت کر رہے تھے۔ باقی تمام وزراء بھی حاضر تھے،

مرزائیوں کی طرف سے بھی نمائندگی کرنے کیلئے دو آدمی موجود تھے، ایک جلال الدین شمس اور دوسرا بیرسٹر اسد اللہ خان (برادر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان) جبکہ اہلِ اسلام کی نمائندگی حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے، آپ کے پیچھے مولانا فاروق احمد انصاریؒ (شیخ الحدیث، جامعہ عباسیہ بہاولپور) مولانا محمد صادقؒ (شیخ الفقہ جامعہ عباسیہ بہاولپور) اور مولانا عبیداللہؒ (معلمِ اعلیٰ جامعہ عباسیہ بہاولپور) موجود تھے۔

حضرت محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کے بیان کی کاپیاں تمام وزراء میں تقسیم کر دی گئیں۔ یہ بیان چونکہ بہت زیادہ تفصیلی اور ضخیم تھا اور اس کے مکمل مطالعہ کیلئے کافی وقت درکار تھا، جبکہ اجلاس کا دورانیہ اتنے وقت کا متحمل نہ ہوسکتا تھا، مزید برآں، وزیر اعظم کی خواہش تھی کہ اسی اجلاس میں فیصلہ سنا دیا جائے تاکہ فریق مخالف مزید پیچیدگیاں پیدا نہ کر سکے، اس لئے وزیر اعظم نے کہا کہ حضرت! یہ سارا مضمون تو اس مختصر وقت میں ہم نہیں پڑھ سکتے،البتہ ہم نے جستہ جستہ اس کا مطالعہ کر لیا ہے، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آپ زبانی بیان بھی پیش کریں، کیا آپ قرآن مجید سے کوئی ایسی دوٹوک دلیل پیش کر سکتے ہیں جو ختم نبوت بر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کر دے؟

اس پر حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قرآن پاک کا ہر ورق ناطق ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر سلسلۂ نبوت اور سلسلۂ وحی ختم ہو چکا ہے، یہ سن کر وزیر اعظم بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت! اگر ایسا ہے تو آپ براہ کرم، قرآن کے "ورق اول" سے ختم نبوت کا مسئلہ ثابت کر دیں، حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جیب خاص سے حمائل شریف یعنی قرآن پاک کا چھوٹی تقطیع والا نسخہ نکالا، تمام شرکاء اجلاس بپاسِ ادب، ایستادہ ہوگئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ بقرہ کے ورق اول کی تلاوت شروع فرمائی: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. الٓمّٓ. ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ . الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ. وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ .

ترجمہ: الف، لام، میم، یہ کتاب، اس میں کوئی کھٹکا نہیں، یہ اصحابِ تقویٰ کیلئے راہ نمائی ہے، جو کہ ایمان بالغیب رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور ہماری عطا میں سے خرچ کرتے ہیں، اور جو کہ اس وحی پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی، اور اس وحی پر بھی جو آپ سے پہلے نازل ہوئی، نیز دارِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی دو قسموں پر ایمان لانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (۱) ایک وہ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ (۲) دوسری وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل ہوئی، اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بیان فرماتا اور اس پر ایمان لانے کا ذکر ضرور کرتا، لہٰذا اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ بعثتِ محمدی کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم اور نزول وحی کا باب بند ہو چکا ہے، اب کسی کو نبوت عطا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تمام شرکاء اجلاس اس پر عش عش کر اٹھے، وزیر اعظم اتنے متاثر ہوئے کہ کہنے لگے یہ زبردست استدلال ہے، یہ نہایت معقول اور راست طرز اثبات ہے، انگریز وزیر کہنے لگا، It is logic یہ ہے حکیمانہ استدلال!

فریق مخالف کی طرف سے اس اجلاس میں دو آدمی حاضر ہوئے ایک جلال الدین شمس اور دوسرا بیرسٹر اسد اللہ خان (برادر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان)۔ یہ دونوں اشخاص حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسکت بیان سے ایسے سرگرداں ہوئے کہ جب وزیر اعظم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟ تو ان میں سے وہ نوجوان جو بیرسٹر تھا کہنے لگا کہ، ﴿وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾. (ترجمہ: اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں) میں جو آخرت کا لفظ ہے

اس سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب ہیں، اجلاس خاص کے تمام تعلیم یافتہ اور جہاں دیدہ وزراء اس بچگانہ اور مضحکہ خیز دلیل پر حیرت زدہ اور انگشت بدنداں رہ گئے، وزیر اعظم نے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ انداز استدلال، تحریف معنوی کا عجیب وغریب شاہکار ہے، کیونکہ قانون، اِنَّ الْقُرآنَ یُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضاً یعنی قرآن اپنی تفسیر خود کرتا ہے، کی رو سے آخرت سے مراد، دارِ آخرت یعنی اخروی جہاں ہے، نہ کہ مرزائی نبوت، چنانچہ آیت قرآنیہ: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لا يُرِيْدُونَ عُلُوّاً فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَاداً﴾. ترجمہ: یہ آخرت کا گھر (یعنی جنت) ہم ان لوگوں کے نام کرتے ہیں جو زمین میں گھمنڈ نہیں چاہتے اور نہ ہی فساد، اور عاقبت تو ہے ہی اہل تقویٰ کیلئے، اور آیت قرآنیہ: ﴿إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾. ترجمہ: بے شک آخرت کا گھر ہی سچی زندگی ہے، نیز آیۃ: ﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾. ترجمہ: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ فراموش نہ کر، المختصر اینکہ قرآن نے الآخرۃ کا موصوف یعنی الدار خود ہی بیان کر دیا ہے، اس لئے وہ از روئے قرآن تعین شدہ ہے، کوئی شخص اسمیں تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اسی طرح مفسرین نے بھی الآخرۃ سے الدار الآخرۃ مراد لیا ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے والآخرۃ تانیث الآخر صفة الدار، ترجمہ: آخرۃ تانیث ہے آخر کی اور صفت ہے دار کی، جس طرح کہ الدنیا سے الدار الدنیا مراد ہوتا ہے جس کا مطلب ہے قریب کا جہان، موجودہ جہان۔ تفسیر الخازن میں ہے "وبالآخرۃ یعنی بالدار الآخرۃ". تفسیر روح المعانی میں ہے، "المعنی ھنا الدار الآخرۃ". ابن کثیر نے اس آیت کے ضمن میں "والایقان بالدار الآخرۃ" فرمایا ہے، نیز قرآن پاک کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے والے علماء کرام نے آخرت کے مفہوم کو "یعنی دار آخرت" کے الفاظ سے واضح کیا ہے، ان تمام حوالہ جات سے ہمارا موقف بالکل واضح ہو گیا ہے کہ آخرت سے مراد اخروی جہان ہے نہ کہ مرزائی نبوت۔ واضح رہے کہ حضرت الشیخ محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان دس (۱۰) گھنٹوں پر حاوی تھا۔

حضرت الشیخ محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیان میں مزید فرمایا کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی آمد سے یہ نتیجہ برآمد ہو گا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی، ثانوی درجہ پر آ جائے گی اور نئے نبی کی وحی اب اولین درجہ پر براجمان ہو جائے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی پر عملدرآمد مرزا صاحب کی صوابدید پر موقوف قرار پائے گا۔ اب نئے نبی کی وحی کو حرفِ آخر کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ مرزا صاحب کی وحی، حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں ترمیم بھی کر سکے گی، اس طرح قرآن مجید اب جدید نبی کے رحم وکرم پر ہوگا۔ نیز دین محمدی، مقام کمال سے محروم ہو جائے گا۔ بلکہ اب اسمیں حذف واضافے کی مشق شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ حضور پرنور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں رہیں گے بلکہ مرزا صاحب خاتم النبیین تصور کئے جائیں گے، حلال وحرام اور جائز وناجائز امور کی اب نئی فہرست مرتب ہوگی اور اس طرح دین کا سارا حلیہ بگڑ کر رہ جائے گا۔ یہ بیان تقریباً ایک سو صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا دس گھنٹوں پر مشتمل تفصیلی اور مدلل بیان سن کر تمام وزراء کرام نہایت مطمئن ہوئے، وزیر اعظم نے فریق مخالف کے وکیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے آخرت سے مرزائی نبوت مراد لے کر نہ صرف قرآن پاک کی بے حرمتی کی ہے بلکہ توہین عدالت کے مرتکب بھی ہوئے ہو، تمہاری سزا تو بہت سخت ہے، مگر سرِ دست تمہیں باہر پلاٹ میں، تادمِ تحریرِ فیصلہ بٹھانے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

''دربارِ معلّٰی بہاولپور کا فیصلہ بابت استثناء''

(مصدرہ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء)

حضرت شیخ الجامعہ محدث گھوٹویؒ کے تفصیلی زبانی بیان کے بعد اجلاسِ خاص، عدالتِ معلّٰی ریاست بہاولپور کے مؤقر اراکین نے حضرت شیخ الاسلام علامہ

غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریری بیان کے ضروری اور خاص خاص مقامات کا بار دیگر معائنہ اور مطالعہ کیا پھر باہم تبادلۂ خیالات کے بعد متفقہ فیصلہ صادر کیا کہ ان ہائی کورٹس اور ڈسٹرکٹ کورٹ بہاول پور (مقدمہ کریم بخش مرزائی بنام جند وڈی"، مصدرہ ۲۲ آگست ۱۹۱۷ء اور مقدمہ غلام عائشہ، مصدرہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء) نیز چیف کورٹ بہاول پور (اپیل جند وڈی بنام کریم بخش مرزائی اخراج اپیل بتاریخ ۷ مارچ ۱۹۲۳ء اور اپیل غلام عائشہ اخراج اپیل بتاریخ ۱۰ جون ۱۹۳۱ء) کے سابقہ فیصلوں میں کماحقہ تنقیحات اور تحقیقات سے کام نہیں لیا گیا۔ فریقین کے پیش کردہ شواہد، اسناد اور دلائل پر سیر حاصل بحث نہیں کی گئی، بلکہ غیر متعلقہ سوالات زیر بحث رہے، اسلام کے بنیادی اصولوں اور ضروریات دین کو موضوع بحث نہیں بنایا گیا اور نہ ہی اس امر میں غور وفکر کیا گیا کہ کیا اصولِ دین سے انحراف موجبِ ارتداد ہے یا نہ؟ اور اسلامی عقائد سے روگردانی اور انکار، خروج عن الدین کا باعث ہے یا نہ؟ سو، ان کورٹس کے یہ سابقہ فیصلہ جات، اس خاص مسئلہ کے بارے میں مکمل وضاحت اور قطعیت کے حامل نہیں ہیں، لہٰذا ان کی پیروی ضروری نہیں ہے۔

چنانچہ اب اس قرار داد کے ساتھ یہ مقدمہ (غلام عائشہ بی بی) اس ہدایت کے ساتھ واپس ہو کہ حضرت مولانا غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعۃ العباسیہ کے بیان سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ ایمان ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آ گیا ہے اور اس پر وحی نازل ہوئی ہے تو ایسا شخص چونکہ ختم نبوت بر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے جبکہ ختم نبوت کا عقیدہ ضروریاتِ دین اور اساس ہائے ایمان میں سے ہے لہٰذا وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس لئے اجلاسِ خاص اس مقدمہ کو اس کی خصوصی حیثیت کی بناء پر، پٹنہ، لاہور اور مدراس کے ہائی کورٹس اور بہاولپور کے ڈسٹرکٹ اور چیف کورٹس کے سابقہ فیصلوں سے مستثنیٰ کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ بہاولپور کو از سر نو مجاز

بناتا ہے کہ وہ حضرت مولانا غلام محمد محدث گھوٹوی، شیخ الجامعۃ العباسیۃ اور ملک کے دیگر علماء کرام کے دلائل کی روشنی میں اس مقدمہ کی ازسرنو تنقیح اور تحقیق کرے اور حضرت علامہ شیخ الجامعۃ العباسیۃ کے بالمقابل فریقِ مخالف کو بھی موقع دے تاکہ وہ لوگ بھی اپنا مؤقف پیش کر سکیں۔

تمام اراکین (وزراء) نے مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء کو اس پر دستخط ثبت کئے اور نواب آف بہاول پور نے ۲۵ جنوری ۱۹۳۲ء کو اس پر دستخط فرمائے۔

اجلاس خاص، عدالتِ معلّٰے بہاولپور کے اس فیصلے (بابت استثناء خاص) سے حق کو فتح نصیب ہوئی، خواص وعوام نے اطمینان کا سانس لیا، حضرت محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے سرخرو فرمایا۔

شکر خدائے ذوالجلال کہ حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ بطور اولین شیخ الجامعہ (وائس چانسلر) جامعہ عباسیہ بہاول پور، ۲۵ جون ۱۹۲۵ء کو ریاست ہٰذا میں تشریف لائے، آپؒ نے یہاں مقدمہ مرزائیہ بہاول پور (مقدمہ غلام عائشہ) کی مسلسل نو (۹) سالہ پیروی کے دوران اہلِ اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا، آپؒ نے ہائی کورٹس (لاہور، پٹنہ، مدراس) اور ڈسٹرکٹ و چیف کورٹس بہاول پور کے غیر اسلامی فیصلوں سے **خصوصی استثناء** کا عدالتی فیصلہ، دربارِ بہاول پور (کورٹ آف منسٹرز) کے اجلاس خاص (بطور عدالتِ معلٰی یعنی سپریم کورٹ، منعقدہ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء) سے اپنی قوتِ ایمانی اور دلائلِ شرعیہ کے زور پر حاصل کیا اور اس طرح اس غیر اسلامی رکاوٹ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جو عرصہ دراز سے بہاول پور دار السرور کی اسلامی ریاست کی عدالتوں یعنی ڈسٹرکٹ و چیف کورٹس کیلئے سد راہ بنی ہوئی تھی، مرزائی پارٹی اس رکاوٹ کی آڑ میں، مقدمہ مرزائیہ بہاول پور کا فیصلہ بھی، سراسر غیر اسلامی، غیر منصفانہ اور غیر حقیقی بنیادوں پر صادر کرا کے اس مقدمہ کو جیتنا چاہتی تھی لیکن حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ ڈٹ گئے اور آپؒ نے طویل جدوجہد کے بعد دربار بہاول پور کے اجلاس خاص منعقدہ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء کا فیصلہ بابت **خصوصی**

استثناء حاصل کیا اور اس غیر اسلامی اور غیر منصفانہ قانونی رکاوٹ کو نیست و نابود کر کے مقدمہ مرزائیہ کا پانسہ ہی پلٹ دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کی عنایتِ خاص سے اہلِ اسلام کو فتح یاب کرایا اور فاتح مرزائیت کا اعزاز حاصل کیا، ارجو من اللہ کہ آپؒ اپنے اس عظیم الشان کارنامے کی برکت سے بہشت بریں میں بہت بلند مقام کے مستحق ہوئے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

"ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ بہاولپور"

(عرصہ سماعت از ۲۵ جنوری ۱۹۳۲ء تا ۷ فروری ۱۹۳۷ء)

حصولِ استثناء کے بعد اب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ بہاول پور اس امر میں مکمل طور پر آزاد ہو گئی کہ وہ حضرت شیخ الاسلامؒ اور دیگر علماء کرام کے بیانات کی روشنی میں اسلامی فیصلہ صادر کر سکے اور ختمِ نبوت کے منکرین کو خارج از دین قرار دے سکے۔

اوائل ۱۹۳۲ء میں حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا امتیاز اور بلا تعصب، بریلوی اور دیوبندی دونوں مسالک کے علماء کرام کو بہاولپور آنے کی دعوت دی تاکہ وہ یہاں آ کر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ بہاولپور میں اپنے اپنے بیانات ریکارڈ کرائیں، حضرت گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں جو خطوط لکھے ان میں آپ نے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور مقدمہ بہاولپور کے دُور رَس اثرات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

آپؒ کے خطوط نے پورے برصغیر میں اس مسئلہ کو اجاگر کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا، خواص و عوام کے قلوب واذہان میں تحفظ ناموسِ رسالت کا تازہ ولولہ اور نیا جذبہ پیدا ہوا اور علماء کرام کے ذریعہ ان کے معتقدین میں دفاعِ دین کی زبردست تحریک نمودار ہوئی، چنانچہ صیانتِ قرآن وسنت کا مسئلہ عوام کیلئے جاذبِ توجہ بن گیا، پورے ہندوستان میں ایک ایسا ہیجان ظہور پذیر ہوا جس کی بنیاد حُبِّ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم اور غیرتِ ایمانی پر استوار تھی۔

جناب مسعود حسن شہاب دہلویؒ اپنی کتاب مشاہیرِ بہاولپور میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام بحر العلوم مولانا غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور کی پیروی میں پیش پیش تھے اور جب تک عدالت سے فریق مخالف کے خلاف فیصلہ صادر نہ کرا لیا، چین سے نہ بیٹھے، حضرت الشیخ محدث گھوٹویؒ کا دولت خانہ سرفروشانِ ختم نبوت کا گڑھ بنا ہوا تھا، بیانات ریکارڈ کرانے کیلئے آنے والے علماء کرام کا رات رات بھر یہیں اجتماع رہتا، کتابیں کھلی رہتیں، تحقیق و تفحص کا سلسلہ جاری رہتا اور حضرت الشیخ محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم لدنی کی ضیاء پاشیوں سے سب کے دلوں کو منور کرتے رہتے، رات بھر یہ دور چلتا اور صبح ہوتی تو علماء کرام کا یہ کارواں حضرت گھوٹویؒ کی زیر سرپرستی، نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں عدالت کی طرف روانہ ہوتا۔

مہمان نوازی حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، یہ آپ کا آبائی وصف تھا جو آپکی طبیعت میں وراثۃً منتقل ہوا تھا، آپ ایک ایسے زمیندار خانوادے کے چشم و چراغ تھے جو مہمان نوازی میں شہرت رکھتا تھا، حضرت گھوٹویؒ کے جد امجد کے ڈیرہ پر مسافروں کیلئے وسیع لنگر کا انتظام ہوتا تھا، چنانچہ وسط ۱۹۳۲ء میں جب مقدمہ مرزائیہ کے سلسلہ میں ذی احترام علماء دین آپ کے ہاں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے انکی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، ہر طرح سے ان کے آرام وآسائش کا خیال رکھا، ان کے قیام وطعام میں نہایت فراخ دلی کا مظاہرہ فرمایا اور انکی خوب خاطر مدارات فرمائی، انکی آمد ورفت کے اخراجات بھی انکی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کئے گئے، تین ماہ کے عرصہ میں یہ تمام علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ، ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ بہاول پور میں بیانات قلمبند کرانے کا فریضہ باحسن طریق انجام دے کر اپنے اپنے اوطانِ مألوفہ کی طرف مراجعت فرما ہو گئے، لیکن حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقدمہ کی پیروی میں مسلسل

کوشاں رہے اور مؤرخہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء تک یعنی اس مقدمہ کا فیصلہ سنائے جانے تک ایک پل چین سے نہ بیٹھے۔

فریقِ مخالف کی طرف سے اس مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں دو اصحاب پیش ہوتے رہے (۱) جناب جلال الدین شمس اور (۲) جناب غلام احمد مجاہد۔

جبکہ اہل اسلام کی طرف سے چھ علماء کرام نے بیانات ریکارڈ کرائے، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت مولانا مولوی غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور عدالت میں آپ کا بیان ۲۱ جون ۱۹۳۲ء کو ہوا، آپؒ نو (۹) سال عدالتوں میں پیش ہوتے رہے۔ عدالت نے حضرت محدث گھوٹویؒ کو فاتح قرار دیا۔

(۲) حضرت مولانا مولوی ابو قاسم محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کولو تارڑوی (گوجرانوالہ) مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی لاہور، عدالت میں آپکا بیان ۱۴ جولائی ۱۹۳۲ء کو ہوا۔

(۳) حضرت مولانا مولوی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی مدرسہ دیوبند، بھارت آپ کا بیان ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء کو ہوا۔

(۴) حضرت مولانا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ چاند پوری، انڈیا آپ کا بیان ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء سے لیکر ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء تک ہوا۔

(۵) حضرت مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، ساکن ڈابھیل، ضلع سورت آپ کا بیان ۲۵ اگست سے ۲۹ اگست ۱۹۳۲ء تک ہوا، آپؒ نے صرف سترہ دن بہاول پور اور گرد و نواح میں قیام فرمایا۔ آپ نے ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کو وفات پائی جبکہ اس مقدمہ کا فیصلہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء کو ہوا۔

(۶) حضرت مولانا مولوی نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور

آپ کا بیان ۳۰، ۳۱ اگست ۱۹۳۲ء کو ہوا۔

مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ عدالتِ بہاولپور میں علماء کرام کے بیانات کے دوران حضرت الاستاذ محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ، ہمہ وقت، وہاں موجود رہتے اور بھول چوک پر یاد دہانی، معاونت اور نگرانی کا فریضہ سر انجام دیتے رہتے۔ راقم الحروف نے مولانا محمد صادق اور مولانا عبدالرحمٰن احمد پوری کے حوالے سے اس بارے میں متعدد مثالیں سنی ہیں

مولانا عبد الرشید نسیم المعروف علامہ طالوت مرحوم کا بیان ہے کہ مقدمہ مرزائیہ کے زمانہ میں حضرت الشیخ محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ، علماء اور عوام کی تربیت کے لئے اکثر اوقات مختلف جامع مساجد میں تربیتی اور تعلیمی دروس و مواعظ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مجھے مسجد شرینھ والی بہاول پور میں علماء اور طلباء کو اکٹھا کرنے کا حکم فرمایا، سو بعد از نماز عشاء آپؒ کا درس شروع ہوا اور نماز تہجد کے وقت ختم ہوا، مقدمہ مرزائیہ کے سلسلے میں شہادت دینے کے لئے آنے والے علماء کرامؒ بھی اس درس میں شریک ہو کر مستفید ہوئے۔

حضرت الشیخ محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد صادق صاحبؒ کی مساعیِ جمیلہ کی بدولت، علماءِ کرام کے عدالتی بیانات اور فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور، زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آ گئے۔

حضرت محدث گھوٹویؒ کا بیان: ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ بہاولپور میں سب سے پہلا بیان حضرت محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، اس موقع پر مدعا علیہ عبدالرزاق اور اس کے وکلاء موجود تھے، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے متوقع جواب الجواب سے ذہنی طور پر مرعوب اور خوف زدہ ہونے کے سبب، انہیں آپ کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی اور انہوں نے آپ کے بیان پر جرح کرنے سے اجتناب کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

مولانا محمد صادق صاحب کی تحریر کے مطابق، شیخ الاسلام حضرت گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ بہاولپور میں دیا گیا بیان دراصل اُس بیان کا اختصار تھا جو آپ نے عدالتِ معلّٰے کے ''اجلاس خاص'' میں پیش فرمایا تھا، وہ بیان بڑا مفصل اور مطوّل تھا اور تقریباً ایک سو صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔

''ایک ضروری وضاحت''

جھوٹے مدعیانِ نبوت کی تعداد کے بارے میں قدرے وضاحت درکار ہے چنانچہ اس بارے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل الآ ثار میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے: ''بیان مشکل ما روی عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الکذابین الثلاثین یخرجون بعدہٗ ھل ھم دجالون أم لا''. (جلد چہارم، ص ۱۰۴)۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: ''لان الکذبین المذکورین فی الخبر الذی ذکروا فیہ، لو کانوا کما ذکر، لم یکن لھم عددٌ یحصرھم''.

اس باب کا خلاصہ کچھ یوں ہو گا کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت میں سے بعض تو کذاب اور دجال دونوں صفات کے حامل ہوں گے جنکی تعداد تیس ہو گی، مگر بعض متنبیان صرف کذاب ہوں گے، دجال نہ ہوں گے، اس طرح جھوٹے مدعیانِ نبوت تیس کے عدد میں منحصر قرار نہ پائیں گے۔ اختلافِ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایات، بیانِ حصر کے لئے نہیں بلکہ بیانِ کثرتِ تعداد کے لئے ہیں چنانچہ طبرانی نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کی تعداد ستر ہو گی۔

ضروری نوٹ: کذاب، کذب سے مشتق ہے جس کا معنی جھوٹ ہے، جبکہ دجال، دَجل سے مشتق ہے جس کا معنی ہے، مکرو فریب، جعل سازی، دھوکہ دہی اور شعبدہ بازی، گویا کہ دجال کا درجہ، کذاب سے اوپر ہے، ان سب کے آخر میں دجالِ اعظم

ظاہر ہو گا جس کی صرف ایک آنکھ پیشانی کے درمیان میں ہو گی، اسکی دیگر علامات احادیث میں موجود ہیں۔

''مرزا قادیانی کے عقائد''

(۱)　مرزا لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں عین اللہ ہوں، الوہیت میرے رگ وریشہ میں سما گئی ہے، میں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، وغیرہ وغیرہ (آئینہ کمالات، ص ۵۶۴، ۵۶۵)۔

(۲)　مرزا لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جس چیز کو بنانا چاہے، پس کن کہہ دے وہ ہو جائے گی۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۰۵)۔

(۳)　مرزا لکھتے ہیں کہ ''اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے''۔ اس سے مرزا نے خدا کیلئے بیٹا ثابت کیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۸۶)۔

(۴)　مرزا لکھتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا، کبھی خطا کروں گا، کبھی صواب کو پہنچوں گا۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۰۳)

اس سے مرزا نے اللہ تعالیٰ کو غلطی کرنے والا قرار دیا۔

(۵)　مرزا لکھتے ہیں کہ زمین وآسمان جیسے ہمارے ساتھ ہیں، ویسے ہی مرزا کے ساتھ۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۷۵)۔

اس سے مرزا نے اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر وناظر ظاہر کیا ہے۔

(۶)　مرزا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں، جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں، جس طرح میں قدیم اور ازلی ہوں، تیرے لئے میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں، پس تو ازلی ہے۔ (البشریٰ جلد دوم، ص ۷۹)۔

(۷)　مرزا لکھتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے کہ جس کے بے شمار

ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہاء عرض و طول رکھتا ہے، اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحۂ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خدا کو تیندوے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (توضیح المرام، ص ۷۵)

(۸)　مرزا کہتے ہیں کہ نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں، نئی زندگی ان ہی کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو۔ (ضمیمہ تریاق، جلد ۳، ص ۳۹۷)۔

اس سے مرزا نے خدا کو حادث بنا دیا ہے۔

(۹)　مرزا نے کہا ہے کہ قرآن، خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۴)۔

(۱۰)　خطبہ الہامیہ کے صفحہ اول یعنی ٹائیٹل پیج پر لکھتے ہیں کہ بے شک یہ خدا کی آیت ہے اور کوئی انسان اس کی مثل نہیں بول سکتا۔ یعنی اس خطبہ کی مثل کوئی نہیں لا سکتا۔

(۱۱)　مرزا قرآن مجید کے متعلق کہتے ہیں کہ ”پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ مبادا قرآن، گالیوں سے پُر ہے۔ (ازالہ اوہام، جلد اول، ص ۱۴)۔

(۱۲)　حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا کا عقیدہ حسب ذیل ہے:

”آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کیلئے ایک شرط ہو گی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو

یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور اپنی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا انسان ہے، پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے، چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ص ۷)۔

(۱۳)　حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا کا عقیدہ حسب ذیل ہے:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، پہنچائیں گے، مگر یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی''۔ (تتمۃ حقیقۃ الوحی، ص ۱۷۷)۔

(۱۴)　حضرت بی بی مریم کے متعلق مرزا کا عقیدہ حسب ذیل ہے:

''مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا، پھر بزرگانِ قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا، گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت، عین حمل میں کیوں نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی؟ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں، اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔ (کشتی نوح، ص ۱۶)۔

(۱۵)　حضرت سیدۃ نساء اہل الجنۃ بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ علیہ کے بارے میں مرزا کا یہ قول ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ نے میرا سر اپنی ران پر رکھا اور دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔

(۱۶)　حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں مرزا کا عقیدہ حسب ذیل ہے:۔

''لوگ کہتے ہیں کہ حسنین پر تم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہو؟ ہاں میں کہتا ہوں کہ میں افضل ہوں ان سے، اور یہ عنقریب ظاہر ہو جائے گا''۔ آخر میں

مرزا لکھتے ہیں: ’’میں تو عشق الٰہی کا مقتول ہوں اور تمہارے حسین کو تو تمہارے دشمن نے قتل کیا، پس کس قدر ظاہر اور کھلا ہوا فرق ہے‘‘۔

لاحول ولا قوة إلا باللّٰه العلی العظیم، استغفر اللّٰه، استغفر اللّٰه، استغفر اللّٰه.

’’ضروریاتِ دین سے ہی دین تشکیل پاتا ہے‘‘

مرزا قادیانی نے ختم نبوت کا انکار کرکے ایک ایسے امر کا انکار کیا جو ضروریاتِ دین میں سے ہے، اس مسئلہ میں ساری امت بیک زبان متفق ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار صاف صاف دین کا انکار ہے، کیونکہ دین عبارت ہے ضروریاتِ دین سے، ضروریاتِ دین ہی دین کے ستون اور اجزاء ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ ضروریاتِ دین کیا ہیں؟ سو عرض ہے کہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات کے مطابق، اصطلاحِ دین میں ان امور کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے جن کو تسلیم کرنا از روئے شرع ضروری، قطعی، بدیہی اور لابدی ہو، یہی وجہ ہے کہ ان امور کا انکار، بغاوت از دین اور خروج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت چونکہ متواترات، مسلمات، بدیہیات، قطعیات اور اساسیات میں سے ہے اس لئے اس کا شمار، ضروریاتِ دین میں سے ہوتا ہے۔

تفہیم مسئلہ کیلئے ضروریاتِ دین کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک ماننا اور اس کے تمام اسماء پر ایمان لانا۔

۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی ماننا، اور دیگر تمام عقائد۔

۳۔ ارکانِ اسلام کو تسلیم کرنا۔

۴۔ عالَمِ دنیا کو حادث اور فانی ماننا۔

۵۔ اجسام کے حشر کو ماننا۔

۶۔ نفخِ صور پر ایمان رکھنا۔

۷۔ اخروی محاسبہ پر ایمان رکھنا۔

۸۔ علمِ الٰہی ازلی ابدی بابت کلیات وجزئیات مادیہ وغیر مادیہ پر اعتقاد رکھنا۔

۹۔ عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام کو تسلیم کرنا۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اور انبیاء اللہ تعالیٰ کی توقیر وتعظیم بدرجۂ کمال بجا لانا۔

۱۱۔ حلتِ حلال اور حرمتِ حرام کو تسلیم کرنا۔

ان چند مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ مسئلہ ہذا کی تفہیم کے لئے اس قدر مثالیں کافی ہیں۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ ہوں (۱) فتاویٰ شامی، باب الامامۃ، جلد اول، ص ۲۴۷۔

(۲) در مختار (برحاشیہ فتاویٰ شامی، جلد سوم، ص ۲۸۳)۔

(۳) الاشباہ والنظائر، ص ۲۶۷۔

(۴) شرح فقہ اکبر از ملا علی القاری، ص ۱۷۹۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مذکورہ بالا ضروریاتِ دین کا کھلم کھلا اور بار بار انکار کیا ہے۔

''اہلِ قبلہ کی اصطلاح سے کیا مراد ہے؟''

نماز میں قبلہ رو ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے، اسے علامت بناتے ہوئے اہلِ قبلہ کی اصطلاح وضع کی گئی، جس سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتے ہوں۔ اگر کوئی شخص قبلہ شریف یعنی کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرکے نماز تو پڑھتا ہو مگر ضروریاتِ دین میں سے کسی امر کا منکر ہو تو اسے اہل قبلہ قرار نہیں دیا جائے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار اہل قبلہ نہیں ہیں، کیونکہ وہ اکثر وبیشتر ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔

(۱) ملا علی القاری لکھتے ہیں: ''اِعْلَمْ اَنَّ المرادَ بِأهلِ القبلة الذين اتفقوا على

ما ھو من ضروریات الدین". ترجمہ: "اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں (شرح فقہ اکبر، ص ۱۲۳)۔

(۲) علامہ شامی لکھتے ہیں: "لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام". ترجمہ: "امت میں سے کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ جو شخص ضروریاتِ اسلام کا مخالف ہو، وہ کافر ہے"۔ (رد المحتار، جلد اول، ص ۳۷۷)۔

(۳) حضرت عبد العزیز پرہاروی لکھتے ہیں: "اھل القبلة فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین أی الامور التی عُلِمَ ثبوتها فی الشرع واشتھر". ترجمہ: متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ شخص ہے جو تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کرے، ضروریاتِ دین وہ امور ہوتے ہیں جن کا ثبوت دین میں معلوم ومشہور ہو۔ (نبراس شرح شرحِ العقائد، ص ۵۷۲)۔

قرآن نے منافقین کو کفار سے بھی بدتر کافر قرار دیا ہے حالانکہ وہ لوگ نہ صرف قبلہ کی طرف منہ کرتے تھے بلکہ تمام ظاہری احکام کو بھی ادا کرتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ضروریاتِ دین پر "ایمان" نہ رکھتے تھے۔ (شرح فقہ اکبر، ص ۱۲۹)۔

اسی طرح خوارج کا حال ہے ان کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دینِ اسلام سے صاف خارج ہوں گے۔ ان کے قتل میں بڑا ثواب ہے، یہ لوگ نماز، روزہ وغیرہ کے پابند ہوں گے، بلکہ ظاہری اہتمام کی حالت یہ ہوگی کہ مسلمان اپنے نماز، روزہ کو ان کے مقابلے میں ہیچ سمجھیں گے، لیکن اس کے باوجود جب بعض ضروریاتِ دین کا انکار ان سے ثابت ہوا تو ان کی نماز اور روزہ ان کو کفر سے نہ بچا سکے۔ (صحیح بخاری، باب قتال الخوارج، کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین)۔

لفظِ اہلِ قبلہ سے لغوی معنی مراد نہیں بلکہ یہ ایک اصطلاحی عنوان ہے جس کے متعلق علماء نے تصریح کی ہے کہ اہلِ قبلہ سے مراد وہ شخص ہے جو تمام متواترات اور ضروریات پر ایمان رکھتا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیریہ، ص ۴۲۰)۔

”فرقہ باطنیہ دورِ زوال کا تحفہ ہے“

مسلمانوں کے علمی اور اخلاقی زوال کے زمانہ میں کچھ بدباطن اور بدنیت لوگوں نے قرآن وحدیث کی تکذیب کی یہ تدبیر نکالی کہ ان کے معانی ومفاہیم میں تحریفِ معنوی کرکے مسلّماتِ دین کو، دین سے نکال باہر کرنے کی مذموم کوشش کی، یہ لوگ باطنیہ کے نام سے موسوم ہوئے، ان لوگوں کو ملحد اور زندیق کہا گیا ہے انہوں نے قرآنی آیات کو کھیل تماشہ بنا دیا، من مانی تأویلات اختراع کیں، ایسے ایسے باطنی مفاہیم وضع کیے جن پر الفاظ کی دلالت ہے نہ نشان، جن کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سلف صالحین نے اشارہ تک نہیں فرمایا، یہ لوگ شریعت کا نام ونشان مٹانے والے، متبادر معانی، بدیہی معارف اور مسلّمہ علوم وفنون کی دھجیاں اڑانے والے تھے، ان لوگوں نے دین کے لٹریچر اور اس کے سارے انمول ذخیرے کو پس پشت ڈال کر حقائقِ ثابتہ کو تأویلاتِ فاسدہ میں مدفون کرنا اور دین کے نقشے کو مسخ کرنا چاہا، ان لوگوں کا طریقۂ واردات یہ تھا کہ الفاظ کو بحال رکھتے ہوئے ان کے معانی کو بدل ڈالتے، اپنے منہ سے قرآن وحدیث کو جھوٹا نہ کہا مگر تحریفِ معنوی کا حربہ استعمال کرکے پورے دینِ اسلام کو جھٹلا دیا حالانکہ ضروریات ومتواترات میں تأویل روا نہیں، لائقِ تأویل تو شطحیات ہیں نہ کہ نصوصِ قرآن وحدیث۔

نوٹ: آجکل باطنیہ فرقہ کے لوگ اپنے آپ کو سیکولر اور لبرل کہتے ہیں، جن کا مشن دین کو مسخ کرنا ہے اللہ ان کو ہدایت دے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی بھی حجتِ قطعیہ اور واجب العمل ہے، یہ بات خود قرآن سے ثابت ہے، ارشاد الٰہی ہے:۔ ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ﴾. ترجمہ: ہم نے قرآن کو آپ کی طرف اتارا تاکہ آپ ہی اس کی تبیین، تفسیر اور تشریح کریں۔

اس آیت سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو گئی کہ تفسیر نبوی کے بغیر، مراد الٰہی تک رسائی نہیں ہو سکتی، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ تبیین پر فائز کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

علماء کرام نے باطنیت کی حقیقت اس طرح واضح فرمائی ہے، لکھتے ہیں:۔

"والنصوص تحمل علی ظواهرها والعدول عنها إلیٰ معانٍ یدعیها اهل الباطن الحادٌ. ترجمہ: قرآن وحدیث کے نصوص کو ان کے ظاہری معنیٰ پر برقرار رکھا جائے گا، ظاہر سے انحراف کرکے اہل باطن کے اختراع کردہ معانی مراد لینا "الحاد" ہے۔ (العقائد، از علامہ نجم الدین النسفی)۔

علامہ سعد الدین التفتازانی "الحاد" کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أیْ مَیلٌ وَعدولٌ عن الاسلام واتصالٌ والتصاقٌ بکفرٍ لِکَوْنِهٖ تکذیباً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم". ترجمہ: الحاد، اسلام سے انحراف اور کفر سے اتصال کا نام ہے کیونکہ الحاد، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ (شرح العقائد، ص ۱۱۹)۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی باطنیہ کی پیروی کرتے ہوئے معنوی تحریفات میں شہرت حاصل کی اور اس حیلہ سے اپنی خانہ زاد نبوت ثابت کرنے کی کوشش کی، ایسے شخص کو صوفی کہنا جائز نہیں بلکہ وہ متصوف (بناوٹی صوفی) اور باطنیہ کا ترجمان ہے، بحر العلوم نے فواتح الرحموت میں صوفی اور متصوف کا فرق خوب واضح فرمایا ہے۔

ذیل میں مرزا کی تحریفات کی چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔

۱۔ مرزا نے ختم نبوت کا معنی تبدیل کیا اور خود خاتم الانبیاء بن گیا۔

۲۔ نبوت اور وحی کے معنوں میں من مانی کی، خود ہی اپنے آپ کو صاحب نبوت اور صاحب وحی کہہ دیا۔

۳۔ حضرت عیسیٰ کے رفع إلی السماء اور نزول من السماء کے معنوں کو یکسر بدل دیا۔

۴۔ نفخِ صُور کے معنی تبدیل کر کے اس کی حقیقت کو مسخ ہی کر دیا۔

۵۔ عصمتِ انبیاء کا معنی تبدیل کر دیا اور انبیاء کی عصمت کو داغدار کیا۔

۶۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کا انکار کیا جسکی قرآن میں تصریح ہے

۷۔ جملہ اہل اسلام کی تکفیر کی، بوجہ انکار نبوتِ مرزا۔

۸۔ حفاظتِ قرآن کا انکار کرنا اور اسمیں نسخ کو جائز کرنا۔

۹۔ قرآن مجید کی سخت توہین کرنا اور اسکے الفاظ کو گالیوں کے مترادف قرار دینا۔

۱۰۔ صوفیاء کے کلام کی من پسند توجیہہ، یہ توجیہہ نصوص کے مخالف ہے۔

۱۱۔ شطحیات کی خانہ زاد تعبیر، حالانکہ وہ موؤل ہوتے ہیں۔

۱۲۔ مسلمان مرد کے ساتھ مرزائی عورت کے نکاح کو حرام قرار دینا۔

۱۳۔ مسلمان کی اقتداء میں مرزائی شخص کی نماز کو ناجائز کہنا۔

۱۴۔ مسلمانوں کے جنازے میں شرکت کرنے کو ممنوع کہنا، (اسی وجہ سے ظفر اللہ نے قائداعظم کا جنازہ نہ پڑھا)۔

۱۵۔ اجسام کے حشر کا انکار کرنا حالانکہ حشرِ اجساد منصوص ہے، ان نصوص میں تحریف معنوی کی۔

۱۶۔ ہر قادیانی پر جماعتی چندے کو فرض عین بنانا، غیر منصوص کو منصوص کر کے معناً تحریف کا مرتکب ہوا۔

۱۷۔ معجزہ شق القمر کا انکار کرنا اور اسے خسوف القمر قرار دینا، حالانکہ شق القمر منصوص ہے۔

۱۸۔ اپنے معجزات کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے زیادہ اور برتر کہنا۔

۱۹۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کرنا۔

۲۰۔ اپنے آپ کو عین اللہ اور عینِ محمدؐ قرار دینا۔

۲۱۔ مرزا نے اپنے منہ کی باتوں کو قرآن قرار دیا۔

۲۲۔ جملہ اہل اسلام کو اولاد زنا کہا اور اس کی وجہ اپنی تکفیر بتائی۔

۲۳۔ مرزا نے امتی کے معنی میں تحریف کی کیونکہ خود کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو امتی تسلیم نہ کیا۔

۲۴۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اپنی نبوت کی وجہ قرار دیا، اس طرح نبوت کو امر کسبی بنا دیا۔

۲۵۔ لفظ آخرت کے معنی میں تحریف کی۔

۲۶۔ فریضہ جہاد کا انکار کیا۔

۲۷۔ قیامت، تقدیر اور عذابِ قبر کا انکار کیا۔

ان تمام اختراعی افکار وعقائد کی عمارت تحریفِ معنوی اور بے اساس سوچ پر قائم ہے، اگر نصوصِ شرعیہ کے متبادر، حقیقی اور ظاہری معانی مراد لیتے تو ان تمام خرافات سے بچ جاتے۔

شاہ ولی اللہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر میں تصریح کی ہے کہ تحریف معنوی، یہودیوں کا شیوہ تھا، وہ لوگ کتبِ سماویہ کے الفاظ کو اکثر وبیشتر بحال رکھتے لیکن ان کے معانی کو بدل دیتے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو قتل کرایا جنھوں نے قرآن کے معنی کو تبدیل کر ڈالا تھا۔

امام طحاویؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اہلِ شام میں سے ایک گروہ نے شراب کو حلال قرار دیدیا، اور قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں تحریفِ معنوی کرکے اسے اپنی دلیل بنا لیا، وہ آیت یہ ہے:۔

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُواْ﴾.

(سورہ المائدہ، آیت ۹۳)۔ ترجمہ: ایمان اور عمل صالح والوں پر کوئی گناہ نہیں اس

میں جو انہوں نے کھایا پیا (حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں)۔

حاکمِ شام نے حضرت فاروق اعظمؓ کو مذکورہ بالا امر کی اطلاع دی، آپ نے جواب میں لکھا کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ بھیج دو، جب وہ لوگ آگئے تو آپ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا، ان سب نے کہا، یا امیر المؤمنین ترىٰ انهم قد كذبوا على الله تعالىٰ واشرعوا في دينهم ما لم يأذن به الله، فاضرب اعناقهم. ترجمہ: اے امیر المؤمنین! آپ صاف دیکھ رہے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا، اور دین میں ایسی بات کو جائز کیا جس کی اللہ نے قطعاً اجازت نہیں دی، لہٰذا آپ ان لوگوں کے گردن زدنی ہونے کا حکم صادر فرمائیں، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے رائے مانگی تو آپؓ نے فرمایا کہ پہلے ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے، اگر توبہ نہ کریں تو واقعی یہ لوگ گردن زدنی ہیں، اور اگر توبہ کر لیں تو شراب نوشی کی سزاء جو اسی (۸۰) کوڑے ہے ان پر جاری کی جائے۔ (معانی الآثار، باب حد الخمر، جلد دوم، ص ۷۹، فتح الباری، ص ۳۲۴)۔

حضرت محمد بن ابوبکرؓ حاکمِ مصر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لکھا کہ دو مسلمان، زندیق (تحریف کرنے والے ملحد) ہو گئے ہیں، حضرت امیر المؤمنینؓ نے جواب میں لکھا کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں قتل کر دو۔ (بروایت امام شافعی اور بیہقی، کنز العمال)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: "مَنْ انكر شيئاً مِنْ شرائع الاسلام فلا يعتبر قولهٗ لا إله إلا الله". ترجمہ: جس شخص نے اسلام کے احکام میں سے کسی کا انکار کیا اس کے کلمہ گو ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (احکام الفرقان، ص ۵۳)۔

آیت قرآنی ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم آہ﴾ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے، بجا طور پر، یوں کیا ہے: تم فرماؤ، ظاہر صورت بشری میں،

تو میں تم جیسا ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص اس کا ترجمہ یوں کرے کہ آپ کہہ دیجئے، یقیناً نہیں میں بشر، تو یہ صحیح نہ ہوگا، کیونکہ ''اِنَّمَا'' کلمۂ حصر ہے، نہ یہ کہ اِنَّ حرفِ تحقیق ہو اور ''مَا'' نافیہ ہو، یہ عربی گریمر کی رو سے قطعاً غلط ہے کیونکہ علم النحو کی رو سے اِنَّ کے بعد جو ''مَا'' ہوتا ہے وہ کافہ ہوتا ہے، نافیہ نہیں ہوتا۔

تحریفِ معنوی کے شائقین کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کہا ہے:۔

؎ خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق؟

نوٹ: منکرینِ حدیث کے پیشوا غلام احمد پرویز نے بھی تحریفِ معنوی میں بڑی شہرت کمائی

''مرزا قادیانی نے نبوتِ تشریعی کا دعویٰ کیا''

مرزا غلام احمد قادیانی (متوفی ۱۹۰۸ء)، ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں اہلمد (کلرک) تعینات ہوئے، پھر طبیب کا پیشہ اپنایا، مگر پھر دینی قائد بننے کے شوق میں مبتلا ہو گئے۔

مرزا قادیانی کی تحریرات اسلئے تضاد اور اضطراب کا شکار ہیں کیونکہ انہوں نے کئی بھیس بدلے اور کئی روپ اختیار کئے، پہلے تو وہ خاندانی طور پر عام مسلمان تھے، پھر مناظرِ اسلام ہوئے، پھر مجدد بننے کا خیال انہیں ستانے لگا، بعدازاں (۱۸۹۱ء میں) اپنے دوست حکیم نور دین کشمیری کے ایماء پر مثیلِ مسیح کہلانے لگے، پھر عینِ مسیح اور امام مہدی ہونے کے بھی دعوے دار بن گئے، اس کے بعد عبدالکریم نے خطبۂ جمعہ کے دوران جب انہیں نبی کہا تو انہیں یہ بات پسند آگئی، چنانچہ پہلے ظلی/بروزی نبی بنے، پھر صاحبِ شریعت رسول، خاتم النبیین اور عینِ محمد کہلانے کا مرحلہ آن پہنچا، پھر تو حد ہوگئی یعنی عین اللہ کے مقام تک بھی آپ ترقی یاب ہوگئے، لاحول ولا قوۃ

الا باللہ العلی العظیم، استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

مدعیٰ علیہ عبدالرزاق اور اس کے وکلاء نے عدالت کو گمراہ کرنے کیلئے گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے لیکن علماء کرام نے انہیں کسی رنگ میں بھی بھاگنے کا موقع نہ دیا، دعوائے نبوتِ تشریعی کا انکار بھی انکی چالوں میں سے ایک چال تھی مگر اسے بھی ناکام بنا دیا گیا۔

ذیل میں وہ دلائل اور شواہد پیش کئے جا رہے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نبوتِ تشریعی کے مدعی تھے:

(۱) مرزا لکھتے ہیں ''اور اگر کہو کہ صاحبِ شریعت، افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ کہ ہر مفتری، تو اول تو یہ دعوی بلادلیل ہے، خدا نے افتراء کے ساتھ صاحبِ شریعت ہونے کی قید نہیں لگائی، لیکن ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت ہے کیا چیز؟ جس شخص نے اپنی وحی کے ذریعے چند اوامر و نواہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے قانون مقرر کیا وہی صاحبِ شریعت ہو گیا، پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ہی ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی، (اربعین، جلد چہارم، ص از ۶ تا ۸)۔

(۲) اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ معجزات کہاں ہیں؟ تو میں یہ جواب نہیں دونگا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں، بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اُس نے میرے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کیلئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۱۳۶)۔

(۳) تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا ''رسول'' اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ (دافع البلاء، ص ۵)۔

(۴) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا ''رسول'' بھیجا (دافع البلاء ص ۱۱)

(۵) اور مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ: ﴿هُوَ الَّذِىٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُ بِالۡهُدَىٰ وَدِينِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾، ترجمہ: وہی ذات ہے جس نے اپنے ''رسول'' کو بھیجا، ہدایت اور دین کے ساتھ، تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے (اعجاز احمدی، ص ۷)۔

(۶) جس چیز کو خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ، جلد اول، ص ۳۰۸)۔

(۷) مرزا لکھتے ہیں، ''واعلم انّ عملاً من الاعمال لا یفید لِاَحَدٍ مِن دُونِ اَن یعرفنی ویعرف دعوایَ ودلائلی، ترجمہ، اور جان لو کہ کوئی بھی عمل فائدہ نہ دے گا کسی شخص کو، بغیر اس کے کہ وہ مجھے پہچانے، میرے دعویٰ کو پہچانے اور میری دلیلوں کو پہچانے۔ (فتاویٰ احمدیہ، جلد اول، ص ۲۶۹)

(۸) بحضرتِ مسیح موعود، ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے، ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ ----- آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ ایک اشتہار دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مؤمن سمجھتے ہیں، بلکہ انہیں کافر کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں، تو میں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دیدیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں۔ (فتاویٰ احمدیہ، ص ۳۰۵)۔

''صریح عبارت میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی''

اگر کسی شخص کی کوئی غیر صریح اور غیر واضح عبارت پائی جاتی ہو جو ننانوے (۹۹) احتمالات کی رو سے کسی ضروری، بدیہی اور دینی امر کے انکار پر مشتمل ہو (اگرچہ یہ بات بھی ہرگز ہرگز قابل رشک نہیں) مگر ایک احتمال ایسا بھی رکھتی ہو جس سے انکارِ مذکور برآمد نہ ہوتا ہو تو اس عبارتِ غیر صریحہ کو مؤوّل قرار دیا جائیگا، اور اس شخص کے کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے گا۔ (اگرچہ کفر سے کم درجہ کا فتویٰ دیا جائے گا)

مگر یہ ''معاملۂ تأویل'' صرف وہاں ہوگا جہاں کفر کے صرف احتمالات ہوں، لیکن اگر وہ عبارت صریح اور واضح طور پر کفر یہ ہوتو وہاں تأویل کی گنجائش نہیں نکالی جائے گی۔

حضرت الشیخ العلامہ القاضی عیاض قدس سرہٗ العزیز نے مسلّمہ قانون بیان کیا ہے کہ: ''لان التأویل فی لفظٍ صراحٍ لایقبل'' (الشفاء)

ترجمہ: لفظ صریح میں تاویل قبول نہیں کی جائے گی، (فتاویٰ عالمگیری کتاب السیر آخر الباب التاسع ص ۴۲۰، خلاصہ بزازیہ اور بحر الرائق وغیرہ بھی اسکی تائید کرتے ہیں)۔

اب مرزائی تحریرات کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہو گیا ہے کیونکہ انکی بیسیوں صریح اور واضح عبارات ایسی ہیں جو بار بار ضروریاتِ دین (بشمول عقیدۂ ختم نبوت) کا علی الاعلان منہ چڑا رہی ہیں۔

مفتی کا منصب یہ ہے کہ وہ کفریات کی نشان دہی کرے اور قاضی (عدالت) کا منصب یہ ہے کہ وہ فیصلہ صادر کرے کہ وہ کفریات، واقعی فلاں شخص پر منطبق ہوتے ہیں یا نہیں؟ عدالت دونوں فریقوں کو سن کر فیصلہ کرتی ہے۔

''روحانی وجدان، الہام کہلاتا ہے نہ کہ وحی''

مقدمہ مرزائیہ، بہاولپور کی سماعت کے دوران جب علماء کرام نے اپنے بیانات میں قرآن وحدیث سے ثابت کر دیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحیِ نبوت جو کہ وحی اصطلاحی ہے، کا دروازہ مکمل طور پر بند ہو چکا ہے، تو مدعیٰ علیہ اور اسکی پارٹی نے فرار کا یہ راستہ نکالا کہ عدالت کو دھوکہ دینے کیلئے یہ بیان دیدیا کہ مرزا قادیانی کو تو کشف والہام ہوتا تھا، اس سے ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ کسی تدبیر، حیلے اور ہتھکنڈے سے جج مغالطہ کھاکر اس نکاح کو جائز قرار دیدے مگر حضرت محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء نے ان کی اس گھناؤنی سازش کو ناکام

بنا دیا، علماء کرام نے دلائل سے ثابت کیا کہ کشف و الہام نہ تو قطعی ہوتا ہے اور نہ ہی دوسروں پر حجت، بلکہ وہ تو صرف ظنی ہوتا ہے، اسی لئے اس کے منکر کو خارج از اسلام قرار نہیں دیا جاتا۔

علامہ نجم الدین النسفیؒ اپنی کتاب العقائد میں لکھتے ہیں: "والالهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشی عند اهل الحق".

ترجمہ: اہل حق کے نزدیک الہام کے ذریعے یہ پہچان نہیں ہوسکتی کہ کوئی چیز شرعاً صحیح ہے یا غلط (بلکہ الہام کا دائرہ تو اسرار و معارفِ سلوک ہے)۔

اصطلاحِ دین میں الہام کو وحی نہیں کہتے اور نہ ہی صاحبِ الہام کو نبی کا لقب ملتا ہے اگر مرزا صرف صاحبِ الہام تھے تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ نہ تو اوامر ونواہی جاری کرتے اور نہ ہی اپنے منکرین پر کفر کا فتویٰ لگاتے، نیز وہ نہ تو منکرین کے ساتھ رشتے ناطے حرام ٹھہراتے اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرتے، اسی طرح وہ مریدی نذرانے اور جماعتی چندے کو زکوٰۃ کی مانند فرض کا درجہ بھی نہ دیتے، اور نہ ہی سب لوگوں کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کا مکلّف بناتے، کیونکہ الہام سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوسکتا، شرعی حکم تو ادلہ اربعہ سے معلوم کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں (۱) کلام اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماعِ امت (۴) قیاسِ شرعی۔

"شطحیات"

مدعیٰ علیہ عبدالرزاق اور اسکی پارٹی نے مسئلہ زیرِ سماعت میں اشتباہ پیدا کرنے کیلئے، "وحیِ نبوت" اور "الہامِ ولایت" کو باہم خلط ملط کرنے کی کوشش کی، گزشتہ اوراق میں ان دونوں کا فرق وضاحت سے بیان ہو چکا ہے، مدعیٰ علیہ نے اس سلسلہ میں بعض شطحیات کا سہارا لینا چاہا، حالانکہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی شطحیات قابلِ عمل نہیں، بلکہ قابلِ عمل تو صرف قرآن وسنت ہیں، اسی لئے

تو اللہ تعالیٰ نے اولوا الامر(صالح امراء اور علماء) سے اختلاف کی صورت میں خدا ورسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾.

ترجمہ: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ کی اور اولوا الامر کی، پس اگر تمہارا باہم اختلاف ہو جائے تو اس مسئلہ کو خدا ورسول کی طرف لوٹا دو(بذریعہ قیاس)۔

حقیقی صوفی وہ ہے جو علمِ ظاہری اور علمِ باطنی دونوں کا جامع ہو، جتنا جتنا اس کا علم بالشریعت بڑھتا جائے گا، اتنا اتنا وہ محبوبِ حقیقی سے قریب تر ہوتا جائے گا، لیکن اگر کوئی سالک، تنزیلاتِ الٰہیہ اور تبیناتِ نبویہ کے علم سے مالامال نہ ہو تو وہ عرفانِ یار سے بے نصیب ہی رہے گا، شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

پئے علم، چوں شمع باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں: ''وصوفیہ آنچہ بگو یند وبکنند مخالفِ آراءِ علماءِ مجتہدین آں را تقلید نہ باید کرد'' ترجمہ: اور صوفیاء جو کچھ علماء مجتہدین کی آراء کے مخالف کہتے ہیں اور کرتے ہیں، اسکی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔(مکتوبات شریف، جلد اول، ص۲۷۲)۔

حضرت مجدد صاحب کا یہ قول عموم پر محمول نہیں ہے بلکہ شطحیاتِ صوفیاء کے بارے میں ہے، جوکہ شریعت کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

”نصوصِ قرآن وحدیث کی تاویل بذریعہ عقلِ نارسا“

آج کل کا نام نہاد تعلیم یافتہ طبقہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اِلی السماء اور نزول من السماء کے منصوص اور متوارث عقیدے کو اپنی نارسائی کی وجہ سے غیر سائنسی سمجھتا ہے، شاید وہ سائنس کی موجودہ ریسرچ کو اسکی آخری ریسرچ خیال کرتا ہے، شاید اس طبقہ کو تاحال اللہ تعالیٰ کی قدرتِ شاملہ کاملہ کے غیر محدود کرشموں کا مکمل ادراک حاصل نہیں ہو سکا، اس کا ذہنِ خام اور اسکی عقلِ نارسا (جوکہ مافوق العادت معجزانہ امور سے نابلد ہے) اس بات کو قبول کرنے سے قاصر اور درماندہ ہے کہ کس طرح ایک شخص کو قادر مطلق، کئی ہزار سال کے بعد دوبارہ واپس لا سکتا ہے؟ (جبکہ تبدیلیٔ صُوَر تو جواہر کا معمول رہا ہے، کیونکہ امرِ رب تو مادہ پر حاکم اور غالب ہے نہ کہ محکوم و مغلوب، بوجہ ایں کہ وہ بدیع ہے، خلاق ہے، قدیر علی کل شی ہے اور فعال لما یرید ہے)۔

مرزا قادیانی کے دست راست حکیم نورالدین نے حضرت اعلی گولڑوی قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ عقل، قانونِ قدرت وفطرت، کہاں تک مفید ہیں یا شریعت کے سامنے اس قابل نہیں کہ ان کا نام لیا جائے، تعارضِ عقل و نقل کے وقت کونسی راہ اختیار کی جائے؟ حضرت اعلی گولڑوی قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں لکھا کہ عقل اور قانونِ قدرت جو استقراءِ ناقص سے عبارت ہے، ان کا اعتبار محدود ہے اور صرف اس وقت تک ہے جبتک کہ شارع سے کوئی نص مخالف قطعی الدلالت وارد نہیں ہو جاتی۔ (مہر منیر: ص ۲۰۹) یعنی شریعت کا مرتبہ یہ ہے وہ عقل پر حاکم ہے خلافاً للمعتزلۃ۔

نوٹ نمبر ا: سرور عالم نور مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت معراج پر لے جایا گیا، اسلئے کوئی انسان اس کا مشاہدہ نہ کر سکا، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

نزول از آسمان دن کے وقت ہو گا، سو انسان اس کا مشاہدہ کر سکیں گے۔

نوٹ نمبر۲: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں قیام پذیر ہیں تو ماحول کی تبدیلی سے خصوصیات اور کیفیات بھی متبدل ہو گئیں، اسلئے زمینی خوراک وغیرہ وغیرہ کی جگہ آسمانی خوراک وغیرہ وغیرہ نے لے لی، اس لئے یہ کہنا بے معنی ہے کہ وہاں کھاتے پیتے کیا ہوں گے؟

"غلامانہ ذہنیت کے اثرات"

سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار غلامی سے بدتر ہے بے یقینی

بے یقین طبائع اپنے ذہنی انتشار سے جان چھڑانے کیلئے یہ طریقہ اختیار کرتی ہیں کہ جن نظریات پر، مسلّماتِ اغیار کا روغنِ قاز مل دیا گیا ہو، ان کو بلاچوں چرا مان لیتی ہیں اور اسے تقاضائے علم ودانش تصور کرتی ہیں، نیز وہ نظریات جن کے ساتھ فلسفۂ وسائنس کا نقارہ بجتا ہوا سن پاتی ہیں ان کو بھی نامنظور کرنے کی جرأت نہیں کر سکتیں، افسوس! کہ مرعوبیت کا شکار یہ لوگ اپنے دین کا دفاع کرنے کی بجائے الٹا ایک مجرم کی طرح معذرت خواہانہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں اور اپنی بریت کی صرف یہ صورت نکالتے ہیں کہ دینِ اسلام کی حمایت سے بے حجابانہ دست بردار ہو کر یہ راگ الاپنا شروع کر دیں کہ یہ عقیدہ تو اسلامی اصولوں میں سرے سے داخل ہی نہیں ہے، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، استغفر اللہ۔

علم اور تحقیق سے محروم یہ لوگ اس مغالطہ میں مبتلا ہوتے ہیں کہ تہذیب فرنگ نے جس اسلامی عقیدے پر نامعقول ہونے کا فتویٰ لگا دیا ہے وہ بالضرور صداقت اور حقانیت سے کورا ہی ہوگا، ان کا بس تو صرف قرآن وحدیث کے انکار پر ہی چلتا ہے، یہ لوگ دین اور مآخذِ دین سے نجات حاصل کرنے کی سبیل یوں پیدا کرتے ہیں کہ اپنے من گھڑت اور خانہ زاد خیالات کو "اسلام" قرار دیدیتے ہیں اور اپنے نفسانی افکار کو اصلی اور حقیقی اسلام سے تعبیر کرنے لگتے ہیں، چنانچہ اس طرح یہ

لوگ اپنے اختراعی اسلام کو تمام اعتراضات اور شبہات سے پاک ٹھہرا لیتے ہیں، ان کے اس اسلام کا سرچشمہ ان کا اپنا نفس ہوتا ہے، ان کا حقیقی دین پارۂ نان اور ان کا اصلی معبود زرِ دنیا ہوتا ہے۔

''قرآن کو سچا مان لو''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آپ کے نزول کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے، اس پر شبہات کا اظہار کیا جاتا ہے، لیکن جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے، اسے اس مسئلہ پر ایمان برقرار رکھنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا، کیونکہ قرآن مجید میں ایک شخص کو سو سال کے بعد دوبارہ ''زندہ'' کرنے کا واقعہ بالصراحت موجود ہے، اسی طرح اصحابِ کہف تین سو سال سے زائد عرصہ تک زندہ ''بحالتِ خواب'' پڑے رہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ بیداری جسمانی معراج کرائی گئی، برزخی زندگی اور اخروی زندگی ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے، ردِّ شمس، حبسِ شمس، شقِ قمر از آنحضور ﷺ نیز احیاء موتیٰ از حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محبوب سبحانیؒ برحق ہیں، لہٰذا اگر یہ سب امور، ذاتِ باری کیلئے ناممکنات میں سے نہ تھے (معجزہ اور کرامت، خَلق الٰہی ہوتے ہیں) تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں بھیجنا بھی اس کے آگے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جس طرح غیر معمولی طریق پر ہوئی، اس طرح ان کے نزول کو بھی غیر معمولی (غیر عادی) طریق پر وقوع میں آنا تصور کیا جائے، یہ باتیں مشیتِ ایزدی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان کے بارے میں خام خیالی کا اظہار درست نہیں ہے، کیونکہ عقل اور قانونِ قدرت جو کہ استقراءِ ناقص سے عبارت ہے، ان کا اعتبار صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ نصِ مخالف از شارع وارد نہ ہوئی ہو۔

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی کتابیں، شمس الہدایۃ

اور سیف چشتیائی، مسئلہ حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام پر فیصلہ کن ہیں، ان کے مطالعہ سے تمام شبہات رفع ہو جاتے ہیں۔

''متعلقہ جج کا تبادلہ''

مرزائیوں کے اثر ورسوخ کا اس امر سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب سالہا سال سے جاری اس مقدمہ مرزائیہ کی سماعت مکمل ہو گئی اور صبر آزما بحث ومباحثے پایۂ اختتام کو پہنچے تو عین اس وقت جبکہ اس معرکۃ الآراء مقدمے کا فیصلہ لکھنے کا وقت آیا تو متعلقہ جج صاحب منشی محمد اکبر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبادلہ بطورِ ڈسٹرکٹ جج، بہاولنگر کر دیا گیا۔ اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون۔

اب حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کو ازسرنو اس ناگہانی افتاد کیلئے کمربستہ ہونا پڑا، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اسلئے ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی جدوجہد کے صلے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خلعتِ اعزاز سے نوازے جائیں، ان کے درجات بلند ہوں اور وہ اپنے دامن کو اجر و ثواب سے بھر لیں۔

اس صورت حال میں غوروفکر کا محور یہ نکتہ تھا کہ آیا اس مقدمہ کا فیصلہ جناب جج محمد اکبر خان صاحب کریں گے یا نیا آنے والا جج؟ اگر نئے جج کو فیصلہ لکھنے کا کام سونپا گیا تو اسے دوبارہ سارے دلائل اور مباحث سمجھانے پڑیں گے، جبکہ اس کام کیلئے ایک لمبا عرصہ درکار ہوگا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ تھا کہ جج محمد اکبر خان ہی فیصلہ لکھنے کی سعادت حاصل کریں، تاکہ اہلِ اسلام اور مقدمہ کے پیروی کنندگان خواہ مخواہ کی زحمت سے بچ جائیں۔

انجمن مؤید الاسلام بہاولپور کا اجلاس ہوا، بڑے غور و خوض کے بعد یہ تجویز منظور ہوئی کہ جناب جج محمد اکبر خان صاحبؒ کو قائل کرنے کے لئے برصغیر کے مایہ ناز بیرسٹر کے ایل گابا کی خدمات حاصل کی جائیں، تاکہ بھرپور اور مؤثر طریقہ سے

اپنا موقف پیش کیا جا سکے اور عدالت سے اپنی بات منوائی جا سکے۔

”بیرسٹر کے ایل گابا“

مسٹر کے ایل گابا نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا، وہ برصغیر کے بہت بڑے بیرسٹر تھے، وہ صرف انگلش میں بات کرتے تھے اور انگلش ہی میں بات سنتے تھے، اس لئے عام جج حضرات ان سے خم کھاتے تھے، حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نام ایک مراسلہ تیار کیا، جسمیں آپ نے انہیں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت سمجھائی، اور انہیں بہاولپور آ کر ناموس رسالت کے دفاع میں اپنا حصہ ملانے کی دعوت دی، حضرت گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنے حالات کے پیش نظر صرف قیام وطعام اور آمد ورفت کیلئے ٹرین کے سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ کی پیشکش کی، کے ایل گابا نے حضرت گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب کی بہت توقیر کی، دعوت کو قبول کیا اور ساتھ ہی کہا کہ میں صرف ہوائی جہاز پر سفر کرتا ہوں لیکن آپ حضرات سے کوئی کرایہ وغیرہ وصول نہیں کروں گا، حضرت الشیخؒ کے اس خط کو مکتوب الیہ تک پہنچانے کی سعادت حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کی۔

اب پورے علاقے میں نیا جوش وخروش پھیل گیا، ہر شخص کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا کہ ”کے ایل گابا آیا، کے ایل گابا آیا“۔

علامہ حافظ عبدالرحمٰن جامعی رحمۃ اللہ علیہ ساکن احمد پور شرقیہ (ریٹائرڈ ناظم اعلیٰ محکمہ اوقاف ریاست بہاولپور) نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن جبکہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے آستانہ پر طلباء کی تدریس میں مشغول تھے کہ آپکی خدمت میں اطلاع دی گئی کہ عدالت کی اعلیٰ شخصیت خود آپؒ کے درِ اقدس پر حاضر ہے! حضرت نے انہیں بٹھانے کا ارشاد فرمایا، بعدازاں آپ کمرۂ ملاقات میں تشریف لیگئے، مذاکرات ہوئے، خاطر تواضع ہوئی، اس کے بعد جب آپ واپس مسندِ تدریس پر جلوہ گر ہوئے تو فرطِ جذبات اور وفورِ مسرت کی شعاعیں آپ کے رخِ انور پر چمک رہی تھیں، کسی نے آپکی فرحت وشادمانی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا، الحمد للہ،

جناب جج صاحب نے ہمارا موقف درست تسلیم کر لیا ہے اور مقدمہ مرزائیہ کا فیصلہ خود لکھنے پر آمادگی ظاہر کر دی ہے، اب ہمیں کے ایل گابا کو بلوانے کی ضرورت نہیں رہی۔

''فیصلے کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی آخری کوشش''

مدعیٰ علیہ عبد الرزاق، فیصلہ جاری ہونے سے پہلے ہی مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۴ء کو اچانک وفات پا گیا، اہل اسلام اس ناگہانی موت کو طبعی ماننے میں متامل ہو رہے تھے مگر مرزائی فرقہ نے اسکی موت کو غنیمت جانا اور عدالت میں مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۳۴ء کو درخواست دائر کر دی کہ مدعی علیہ چونکہ فوت ہو گیا ہے اس لیے اب فیصلہ صادر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہٰذا مہربانی کر کے مقدمہ کی ساری مسل داخل دفتر کر دی جائے۔

مگر حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ ڈٹ گئے۔ آپ نے عدالت کی رہنمائی فرماتے ہوئے جواب داخل کیا اور نظائر پیش کر کے ثابت کیا کہ ایک فریق یا دونوں کی موت کے باوجود فیصلہ صادر کرنا، از روئے قانون، عدالت پر لازم ہے، بوجہ ایں کہ یہ مقدمہ بین الاقوامی حیثیت کا حامل ہے، سارے عالم اسلام کی نگاہیں اس پر مرکوز ہو چکی ہیں، کیونکہ اس کے ذریعے فیصلہ ہو گا کہ آیا ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین اور اساس ہائے ایمان میں سے ہے یا نہیں؟ اور اس عقیدے کے منکر کے ساتھ اہل اسلام کے کسی فرد کا نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں؟۔ اس لیے یہ مقدمہ ایک فرد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سارے عالم اسلام کو اس فیصلے کی ضرورت ہے۔

شکر خدائے ذوالجلال! کہ عدالت نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے دلائل کو درست قرار دیا اور اس مقدمہ کا فیصلہ سنانے پر آمادہ ہو گئی۔ حضرت الشیخ پر اللہ تعالٰی نے

رحمتوں کا نزول فرمایا اور اہل اسلام نے آپؒ پر تحسین کے پھول برسائے۔

''تاریخی فیصلہ''

الحمد للہ، الحمد للہ، ۷ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ کو منشی محمد اکبر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر نے اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا، ختمِ نبوت کے منکر کو خارج ازاسلام ہونے اور مسلمان خاتون کے ساتھ اس کے نکاح کے فسخ ہونے کا اعلان کر دیا۔

یہ دن بہاولپور میں جشن کا دن تھا، علماء کرام نے شکرانے کے نوافل ادا کیے، حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پورے ملک سے تہنیت کے پیغامات بھیجے گئے۔

''فاتحِ مرزائیت''

اس دن سے مولانا غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ''فاتح مرزائیت'' کا لقب زبان زدِ خاص وعام ہو گیا، حضرت قبلہ بابوجی قدس سرہٗ (آف گولڑہ شریف) نے بھی آپ کو مبارک بادی کا خط ارسال فرمایا۔ یہ خط حضرت شیخ الاسلام کو مدینہ منورہ میں بوقت حاضری روضۂ اقدس موصول ہوا۔

''پورا سچ بیان کیجئے''

قومی اور بین الاقوامی مجالسِ تحفظِ ختم نبوت سے گزارش ہے کہ وہ گروہی وابستگی کو بالائے طاق رکھ کر پورے سچ کو سامنے لائیں اور ان بزرگانِ دین اور مشاہیرِ ملت کے عظیم الشان کارناموں کو بھی خراج تحسین پیش کریں جو فرقہ واریت سے بلند رہ کر ساری زندگی صرف ناموسِ رسالتِ محمدیہ ﷺ کے تحفظ کیلئے طاغوتی طاقتوں سے برسرِ پیکار رہے مثلاً:

۱۔ فاتحِ معرکہ لاہور، صاحبِ ضربِ ید للہی، امام العصر، حجۃ اللہ، حضرت سید پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز (جنہوں نے مرزائیت کے بخیئے ادھیڑ دیئے)۔

۲۔ فاتحِ مقدمہ مرزائیہ بہاول پور، حضرت شیخ الاسلام بحر العلوم، علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ (آپؒ نے نو سالہ انتھک اور بھر پور مساعی سے ختم نبوت کے حق میں پہلا عدالتی فیصلہ صادر کرایا)۔

"بارگاہِ نبوت سے نقد انعام"

۱۹۳۵ء میں نواب آف بہاولپور سر صادق محمد خاں خامس عباسی، جب حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول اللہ ﷺ کیلئے اپنے وفد کے ہمراہ، عازم حجاز مقدس ہوئے تو انہوں نے اپنے وفد میں حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ، شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور کو بطور خاص شامل ہونے کی دعوت دی جو آپؒ نے بسرو چشم قبول فرمائی۔

جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو نواب آف بہاولپور نے اس شہر مبارک کی انتظامیہ سے عاجزانہ درخواست کی کہ ہم لوگوں کو روضۂ رسول اللہ ﷺ کے اندر حاضر ہو کر روضۂ پاک کے اندرونی منظر کی زیارت کی اجازت بخشی جائے۔

مدنی انتظامیہ نے کمال شفقت و مہربانی سے یہ اجازت عطا فرمائی مگر شرط یہ رکھی کہ نواب صاحب کے علاوہ صرف پانچ افراد اندر جا سکیں گے۔

نواب مرحوم نے جن پانچ خوش نصیب افراد کو روضۂ رسول اللہ ﷺ کے اندر جانے کیلئے منتخب کیا ان میں حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور بھی شامل تھے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ نے حضرت محدث گھوٹویؒ کو ان کی ان نوسالہ کاوشات کا نقد انعام عطا فرمایا جو انہوں نے مقدمہ مرزائیہ بہاولپور کے دوران سر انجام دی تھیں۔

''عقیدۂ ختم نبوت، آئین میں، ایمان کا جزء قرار''

۷ستمبر۱۹۷۴ء کو پاکستان کی دستور ساز قومی اسمبلی میں تحفظ ختم نبوت کے حق میں جو قانون منظور ہوا اس کیلئے اسمبلی میں جدوجہد کرنے والے علماء کرام (جزاھم اللہ خیراً) کو دو قسم کی دستاویزی بنیادیں دستیاب تھیں۔

(۱) امام العصر، حجۃ اللہ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کا علمی و روحانی کارنامہ یعنی ''معرکہ لاہور'' نیز آپؒ کی تصانیف، دیگر تحریرات اور مکاتیب جنہوں نے مرزائیت کے بخیئے ادھیڑ دیئے۔

(۲) شیخ الاسلام بحر العلوم علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ بانی شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور کا علمی و روحانی کارنامہ یعنی ''مقدمہ مرزائیہ بہاولپور'' کا عدالتی فیصلہ جس کیلئے آپؒ نے پورے(۹) سال انتھک اور بھرپور عدالتی پیروی فرمائی اور تحفظ ختم نبوت کے حق میں مورخہ۷فروری۱۹۳۵ء کو پہلا عدالتی فیصلہ حاصل کر کے اہل اسلام کو مرزائیت کے خلاف مضبوط ترین بنیاد فراہم کردی۔

قومی اسمبلی کے محولہ بالا قانون کی منظوری کی خاطر اسمبلی میں جدوجہد کرنے والے علماء کرام (جزاھم اللہ خیراً) میں سے متعدد وفود اسلام آباد سے گولڑہ شریف تشریف لائے اور حضرت قبلہ پیر صاحب گولڑہ شریف رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ کے بڑے صاحبزادے شیخ الحدیث مفتی حافظ محمد عبد الحی الچشتی القادری رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے انہیں اس امر پر مبارک باد پیش کی کہ آپ دونوں حضرات کے ذی قدر آباء کرامؒ نے اپنی زندگی میں تحفظ ختم نبوت کیلئے جو کاوشات سرانجام دیں اب اسی کا پھل امت محمدیہ کو آئینی دفعہ کی شکل میں حاصل ہو رہا ہے۔ ان حضرات نے کہا کہ آج ہم یہاں پر آپ دونوں حضرات کو یہی خوشخبری سنانے کیلئے حاضر ہوئے ہیں کیونکہ اس قانونِ تحفظ ختم نبوت کا سہرا آپ لوگوں کے آباء کرامؒ کے سر ہے، جس کا اجر اللہ کے ہاں نہایت عظیم الشان ہے۔ہم نے آپ کے بزرگوں سے بہت استفادہ کیا ہے،ان کے کارناموں کے طفیل ہم سرخرو ہو رہے

ہیں۔

نوٹ: گولڑہ شریف آنے والے وفود میں سے ایک وفد میں مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ شامل تھے،اسی طرح حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحبؒ نے بھی ایک علیحدہ وفد کی صورت میں تشریف ارزانی فرمائی،(جزاھم اللہ خیراً)

(راویان: حضرت قبلہ و کعبہ بڑے لالہ جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین سوم، دربار گولڑہ شریف اور حافظ غلام صدیق خان پٹھان ساکن دربار گولڑہ شریف متوطن علاقہ دامانی ڈیرہ اسماعیل خان)۔

منقبت شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ

(منجانب: شیخ الحدیث مفتی اعظم حضرت علامہ الحافظ محمد عبدالحیٔ الچشتی القادریؒ)

صد مبارک بارگاہِ ایزدی کے معتمد
طالبِ دیں کے لئے نخل تمنا سروقد

☆☆☆

شیخ جامعؒ سے جو بہہ نکلی ہیں نہریں علم کی
ہوں ترقی پر الٰہی روز افزوں تا ابد

☆☆☆

ہے ہدف ان کا اشاعت دین کی
درس ان کا دل نشین تو قول ان کا مستند

☆☆☆

ذات ان کی جامعِ علم و عمل
مصطفیٰ کے عشق کی ہر گز نہیں ہے کوئی حد

☆☆☆

سارے عالم کو دکھائی سیدھی راہ
نیز چشتی کو سوجھایا سب نیک و بد

☆☆☆

منقبت شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ

(منجانب: صاحبزادہ پروفیسر حافظ غلام نصیر الدین شبلی، علامہ جامعہ عباسیہ، بہاول پور)

صد مبارک، صد مبارک، دین کے سالار کو　　بھر دیا برکت نے جسکی، دامن و کوہسار کو
جسکے علم و فضل نے کایا پلٹ دی خلق کی　　جسکی محنت نے سنوارا اجڑے ہوئے گلزار کو
شیخ جامعؒ سے ملقب ہو گیا جو ہر طرف　　اس نے زورِ درس سے سلجھا دیا افکار کو
جسکی عظمت کی شہادت دی سبھی ہمعصر نے　　جس نے ضوء عقل سے پھیلا دیا انوار کو
جو رہا بندہ خدا کا، خادم دین متین　　جس نے چاہا، ٹوٹ کر، احمد نبی مختار کو
جس نے ساری زندگی کر دی نچھاور دین پر　　دھن یہی سر پہ رہی، سیدھا کروں اشرار کو
کَانَ لِلّٰہِ کا ہوا جو ہو بہو مصداق حق　　زندگی بھر جس نے چاہا زر کو نہ زردار کو
لطفِ رب سے جب ہوا شرعِ محمدؐ کا نقیب　　اک نیا جذبہ دیا، نئی سمت دی اطوار کو
وہ حضوری ہو گیا جب صاحبِ لولاک کا　　مل گئیں کل رفعتیں، تب فکر کو گفتار کو
واہ! نبھایا فرض اپنا، زندگی کو تج دیا　　مقتدیٰ اپنا بنایا، مہر علیؒ منتھار کو
ان کی نسبت فخر شبلی ہو گئی　　ایسی دولت کب ملی اغیار کو؟

قطعہ تاریخِ وصال

''ممدُوحِ دہر شیخ الجامعہ''　　''کرمِ حق محدّث گھوٹوی''

''صاحبِ پایہءکمال مولانا غلام محمد گھوٹوی''

۱۹۴۸ء

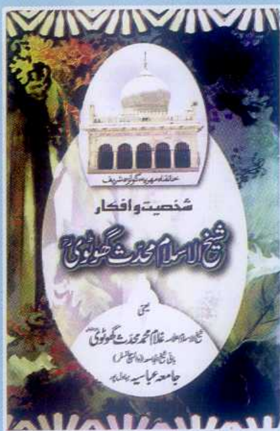
انتقالِ شیخ سے ویراں ہوا شہرِ بہار　　اہلِ سنت کے دلوں پر غم نے کی یلغار
چل بسے ہائے محدّث گھوٹوی　　دردوغم کا کس سے ہو ممکن شمار
فاضلِ یکتا گئے سُوئے عدم　　بے سبب دل پر نہیں رنج کا غبار
فخرِ دینِ مصطفیٰ خیر الوریٰ　　تھے بجا، وہ نعمتِ پروردگار
مسندِ تدریس کے تھے بادشاہ　　اُن سے قائم دینِ حق کا تھا وقار
فاتحِ مرزائیت تھے بالیقین　　اس حقیقت سے نہیں ممکن فرار
مل گئی اُن کو رضائے مصطفیٰ　　ہو گیا قُربِ الٰہی آشکار
بے بدل تھے آپ شیخ الجامعہ　　علم کے تھے بحرِ ناپیدا کنار
موجزن تھا اُن میں فیضِ گولڑہ　　تھے رمُوزِ عشق کے وہ رازدار
ہر کوئی مدّاح اُن کی ذات کا　　ہر کوئی اُن کے محاسن پر نثار

کہیئے، مہجور، اُن کے سالِ وصل پر
برملا ''قدرِ علوم ونابغۂ روزگار''

۱۹۴۸ء

از اثر خامہ سیّد عارف محمود، مہجور رضوی گجرات

صاحبزادہ پروفیسر نصیر الدین شبلی کی تالیف کردہ گراں قدر کتاب



شخصیت وافکار

شیخ الاسلام محدث گھوٹویؒ

یعنی

شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ

بانی شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بہاول پور

یہ کتاب مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے

☆ باب اول: ولادت اور حصول تعلیم ☆ باب دوم: مسند تدریس وارشاد ☆ باب سوم: مشائخ اور علماء کے ساتھ روابط ☆ باب چہارم: تعلیمی اور سماجی خدمات ☆ باب پنجم: کشف وکرامات ☆ باب ششم: مقدمہ مرزائیہ بہاول پور ☆ باب ہفتم: آراء وافکار ☆ باب ہشتم: معائنہ بلاشیب در مسئلہ علم غیب ☆ باب نہم: وفات حسرت آیات ☆ باب دہم: سیدی وابی شیخ الحدیث محمد عبدالحئ چشتیؒ

برائے رابطہ 03337621746